مَولَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیبِکَ خَیرِ الْخَلقِ کُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَونَینِ وَ الثَّقَلَینِ

وَالْفَرِیقَینِ مِنْ عُرْبٍ وَّ مِنْ عَجَمِ

﴿صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ﴾

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔ا) ۴-۱/۸۰ پی آئی وی، مؤرخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل و ایم ۴ / ۹۷۰-۳-۷۰، مؤرخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۱۶۷ این۔ا/اے ڈی (لائبریری)، مؤرخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت / انتظامیہ ۲۳-۶۱-۸۰/۹۲، مؤرخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

نام کتاب	:	اسلام میں خواتین کے حقوق
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، محمد فاروق رانا
معاونِ تخریج	:	محمد ضیاء الحق رازی
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملّت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

Research.com.pk

مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
اشاعتِ اوّل	:	ستمبر 2006ء
تعداد	:	1,100
قیمت پریمیئر کاغذ	:	

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو، ویڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریکِ منہاج القرآن کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاج القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.biz

فہرس

پیش لفظ

اِسلام اِنسانیت کے لیے تکریم، وقار اور حقوق کے تحفظ کا پیغام لے کر آیا۔ اِسلام سے قبل معاشرے کا ہر کمزور طبقہ طاقت ور کے زیرِ نگیں تھا۔ تاہم معاشرے میں خواتین کی حالت سب سے زیادہ ناگفتہ بہ تھی۔ تاریخِ اِنسانی میں عورت اور تکریم دو مختلف حقیقتیں رہی ہیں۔ قدیم یونانی فکر سے حالیہ مغربی فکر تک یہ تسلسل قائم نظر آتا ہے۔ یونانی روایات کے مطابق پینڈورا (Pandora) ایک عورت تھی جس نے ممنوعہ صندوق کو کھول کر انسانیت کو طاعون اور غم کا شکار کر دیا۔ اِبتدائی رومی قانون میں بھی عورت کو مرد سے کمتر قرار دیا گیا تھا۔ ابتدائی عیسائی روایت بھی اسی طرح کے افکار کی حامل تھی۔ سینٹ جیروم (St. Jerome) نے کہا:

"Woman is the gate of the devil, the path of wickedness, the sting of the serpent, in a word a perilous object."

مغرب میں عورت کو اپنے حقوق کے حصول کے لیے ایک طویل اور جاں گسل جد و جہد سے گزرنا پڑا۔ نوعی امتیاز کے خلاف عورت کے احتجاج کا اندازہ حقوقِ نسواں کے لیے جد و جہد کرنے والی خواتین کی طرف سے عورت کے لیے womyn کی اصطلاح کے استعمال سے ہوتا ہے جو انہوں نے نوعی امتیاز (Gender Discrimination) سے عورت کو آزاد کرنے کے لیے کیا۔ مختلف اَدوار میں حقوقِ نسواں کے لیے جد و جہد کرنے والی خواتین میں Susan B. Anthony (1820-1906) کا نام نمایاں ہے جس نے National Woman's Suffrage Association قائم کی۔ اور اسے 1872ء

میں صرف اس جرم کی پاداش میں کہ اس نے صدارتی انتخاب میں ووٹ کا حق استعمال کرنے کی کوشش کی، جیل جانا پڑا۔ صدیوں کی جد و جہد کے بعد 1961ء میں صدر John Kennedy نے خواتین کے حقوق کے لیے کمیشن قائم کیا جس کی سفارشات پر پہلی مرتبہ خواتین کے لیے fair hiring paid maternity leave practices اور affordable child care کی منظوری دی گئی۔ سیاسی میدان میں بھی خواتین کی کامیابی طویل جد و جہد کے بعد ممکن ہوئی۔ Jeanette Rankin of Montana پہلی مرتبہ 1917ء میں امریکی ایوان نمائندگان کی رکن منتخب ہو سکی۔

جب کہ اسلام کی حقوقِ نسواں کی تاریخ درخشاں روایات کی امین ہے۔ روزِ اول سے اسلام نے عورت کے مذہبی، سماجی، معاشرتی، قانونی، آئینی، سیاسی اور انتظامی کردار کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ اس کے جملہ حقوق کی ضمانت بھی فراہم کی۔ تاہم یہ ایک المیہ ہے کہ آج مغربی اہلِ علم جب بھی عورت کے حقوق کی تاریخ مرتب کرتے ہیں تو اس باب میں اسلام کی تاریخی خدمات اور بے مثال کردار سے یکسر صرف نظر کرتے ہوئے اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کی زیرِ نظر کتاب میں اسلام میں خواتین کے حقوق کا جامع احاطہ کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس تصنیف سے نہ صرف اسلام کے بارے میں مغالطوں کا ازالہ ہوگا بلکہ معاشرے میں حقوقِ نسواں کے بارے میں حقیقی اسلامی شعور کو بھی فروغ حاصل ہوگا جس سے ہم اس معاشرے کی تشکیل کی طرف پیش قدمی کر سکیں گے جس کی تعلیم قرآن و سنت میں دی گئی ہے۔

(ڈاکٹر طاہر حمید تنولی)

ناظمِ تحقیق

تحریکِ منہاجُ القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام سے قبل عورت کا معاشرتی مقام

اسلام کی آمد سے قبل عورت بہت مظلوم اور معاشرتی و سماجی عزت و احترام سے محروم تھی۔ اسے تمام برائیوں کا سبب اور قابل نفرت تصور کیا جاتا تھا۔ اہل عرب کے عورت سے اس بدترین رویے کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ ○ (1)

''اور وہ اللہ کے لیے وہ کچھ (یعنی بیٹیاں) ٹھہراتے ہیں جسے وہ خود ناپسند کرتے ہیں ○''

یعنی کفار مکہ اللہ کی بیٹیاں ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ دوسری آیت میں ہے:

وَ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَ لَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ○ (2)

''اور یہ لوگ خدا کے لیے تو بیٹیاں تجویز کرتے ہیں (حالاں کہ) وہ ان سے پاک ہے اور اپنے لیے وہ جو چاہیں (یعنی بیٹے) ○''

یعنی یہ لوگ فرشتوں کے اللہ تعالی کی بیٹیاں ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے جب

کہ اُنہیں خود بیٹیاں پسند نہ تھیں بلکہ بیٹے پسند تھے۔ [۳]

----

(۱) القرآن، النحل، ۱۶: ۶۲

(۲) القرآن، النحل، ۱۶: ۵۷

(۳) ۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۵۷۳

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۴: ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۶

قرآن حکیم کی ان آیات سے واضح ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں عورت کا مرتبہ ناپسندیدہ تھا وہ مظلوم اور ستائی ہوئی تھی اور ہر قسم کی برائی اور رفضیات مردوں کے لیے تھی اس میں عورتوں کا حصہ نہ تھا حتی کہ عام معاملات زندگی میں بھی مرد اچھی چیزیں خود رکھ لیتے اور بے کار چیزیں عورتوں کو دیتے۔ اہل عرب کے اس طرز عمل کو قرآن حکیم یوں بیان کرتا ہے:

وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰی اَزْوَاجِنَا وَ اِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ○ [۱]

”اور وہ کہتے کہ جو ان جانوروں کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لیے ہے ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر (پیدا ہونے والا) جانور مرا ہوا ہو تو وہ سب اس میں شریک ہوں گے عنقریب خدا ان کو ان کی (من گھڑت) باتوں کی سزا دے گا، بے شک وہ حکمت والا خوب جاننے والا ہے ○“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اہلِ عرب مردوں کے لیے خاص چیز ’دودھ‘ ہے جو وہ اپنی عورتوں کے لیے حرام قرار دیتے تھے اور اُن کے مرد ہی

خلاف اس حد تک چلے جاتے کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔

۳۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۱: ۱۲۸

۴۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۲: ۳۳۸

۵۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۷: ۹۵، ۱۱۳

۶۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۸: ۴۷

۷۔ شافعی، أحکام القرآن، ۲: ۱۰۱

(۱) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۸: ۴۸

۲۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۴: ۷، رقم: ۱۷۷۵

۳۔ شافعی، الأم، ۲: ۲۴۳

۴۔ مالك، المدونة الکبریٰ، ۱۵: ۱۰۶

قرآن کریم میں ان قوموں کے طرزِ عمل کے خلاف آیت اتری ہے کہ جب انکے ہاں کسی بچی کی ولادت ہوتی تو وہ غضب ناک ہوتے تھے۔ قرآن کریم نے ان کی اس قبیح عادت کو اس طرح بیان کیا ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ○ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○[1]

’’اور جب ان میں سے کسی کو بچی کی ولادت کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ میں گھٹتا جاتا ہے ○ وہ (بزعم خویش) اس ’’بری خبر‘‘ کے عار کی وجہ سے قوم سے چھپتا پھرتا ہے۔ وہ (سوچتا ہے کہ) آیا اس کو ذلت کی حالت میں لیے پھرے یا زندہ زمین میں دبا دے۔ خبردار! کتنا برا خیال ہے جو

وہ کرتے ہیں○''

لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم قبیح کو قرآن حکیم دوسرے مقام پر اس طرح بیان کرتا ہے:

وَاِذَا الْمَوْءٗ دَةُ سُئِلَتْ○ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ○[۲]

''اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا○ کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا○''

ابن کثیرؒ نے حضرت قیس بن عاصمؓ کا واقعہ بیان کیا ہے کہ قیس بن عاصم حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیٹیوں کو زمانۂ جاہلیت میں زندہ دفن کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بیٹی کی طرف سے ایک غلام آزاد کر دو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں بہت سے اونٹوں کا مالک ہوں۔

(۱) القرآن، النحل، ۱۶: ۵۸، ۵۹

(۲) القرآن، التکویر: ۸، ۹

آپ ﷺ نے فرمایا: تو ہر بیٹی کی طرف سے ایک اونٹ کی قربانی دو۔

ایک روایت کے مطابق انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں اپنی آٹھ بیٹیوں کو زندہ گاڑ دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو ہر لڑکی کے بدلے ایک اونٹ قربان کر دے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے بارہ بیٹیوں کو زندہ گاڑنے کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے انہیں ہر ایک کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے کی تلقین فرمائی۔[۱] یعنی زمانہ جاہلیت میں لوگ لڑکیوں کو عار یا فقر کے ڈر سے زندہ دفن کر دیتے تھے۔[۲]

اللہ تعالی نے قتل انسانی کی ممانعت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○(۳)

’’آپ ان سے کہیے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔ ماں

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۴۷۸

(۲) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۳۰: ۲۶

۲۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۹: ۲۳۲

۳۔ شافعی، احکام القرآن، ۱: ۲۲۶

۴۔ شافعی، الام، ۶: ۳

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۷

۶۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، ۵: ۱۷۰

۷۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، ۷: ۳۷۷

(۳) القرآن، الانعام، ۶: ۱۵۱

باپ کے ساتھ احسان کیا کرو۔ اور اپنی اولاد کو فقر کے ڈر سے قتل نہ کیا کرو۔ ہم تمہیں اور ان کو رزق دیں گے اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ جانا اور کسی جان کو جس کے قتل کو خدا نے حرام کر دیا ہے قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر ان باتوں کی وہ تمہیں تاکید کرتا ہے تا کہ تم عقل سے کام لو ○‘‘

۲۔زمانہ جاہلیت میں رائج شادی کے مختلف طریقے

شادی جو خاندانی زندگی کے قیام و تسلسل کا ادارہ ہے، اہل عرب کے ہاں اصول وضوابط سے آزاد تھا جس میں عورت کی عزت وعصمت اور عفت وتکریم کا کوئی تصور کارفرمانہ تھا۔اہل عرب میں شادی کے درج ذیل طریقے رائج تھے:

(۱)زواج البعولۃ

یہ نکاح عرب میں بہت عام تھا۔اس میں یہ تھا کہ مرد ایک یا بہت سی عورتوں کا مالک ہوتا۔بعولت (خاوند ہونا) سے مرادمرد کا ''عورتیں جمع کرنا'' ہوتا تھا۔اس میں عورت کی حیثیت عام مال ومتاع جیسی ہوتی۔

(۲)زواج البدل

بدلے کی شادی، اس سے مراددو بیویوں کا آپس میں تبادلہ تھا۔یعنی دومرد اپنی اپنی بیویوں کوایک دوسرے سے بدل لیتے اوراس کانہ عورت کوعلم ہوتا، نہ اس کے قبول کرنے،مہر یا ایجاب کی ضرورت ہوتی۔بس دوسرے کی بیوی پسند آنے پر ایک مختصری مجلس میں یہ سب کچھ طے پاجاتا۔

(۳)نکاح متعہ

یہ نکاح بغیر خطبہ تقریب اور گواہوں کے ہوتا۔عورت اورمرد آپس میں کسی ایک مدت مقررہ تک ایک خاص مہر پر متفق ہوجاتے اورمدت مقررہ پوری ہوتے ہی نکاح خودبخود ختم ہوجاتا تھا طلاق کی ضرورت بھی نہیں پڑتی تھی اوراس نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد ماں کی طرف منسوب ہوتی اسے باپ کا نام نہیں دیا جاتا تھا۔

(۴)نکاح الخذن

دوستی کی شادی، اس میں مرد کسی عورت کواپنے گھر بغیر نکاح، خطبہ اورمہر

کے رکھ لیتا اور اس سے ازدواجی تعلقات قائم کر لیتا اور بعد ازاں یہ تعلق باہمی رضا مندی سے ختم ہو جاتا کسی قسم کی طلاق کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر اولاد پیدا ہو جاتی تو وہ ماں کی طرف منسوب ہوتی۔

یہ طریقہ آج کل مغربی معاشرے میں بھی رائج ہے۔

(۵) نکاح الضغینہ

جنگ کے بعد مال اور قیدی ہاتھ لگتے اور جاہلیت میں فاتح کے لیے مفتوح کی عورتیں، مال وغیرہ سب مباح تھا یہ عورتیں فاتح کی ملکیت ہو جاتیں اور وہ چاہتا تو انہیں بیچ دیتا چاہتا تو یونہی چھوڑ دیتا اور چاہتا تو ان سے مباشرت کرتا یا کسی دوسرے شخص کو تحفہ میں دے دیتا۔ یوں ایک آزاد عورت غلام بن کر بک جاتی۔ اس نکاح میں کسی خطبہ، مہر یا ایجاب وقبول کی ضرورت نہ تھی۔

(۶) نکاح شغار

وٹے سٹے کی شادی۔ یہ وہ نکاح تھا کہ ایک شخص اپنی زیرسرپرستی رہنے والی لڑکی کا نکاح کسی شخص سے اس شرط پر کر دیتا کہ وہ اپنی کسی بیٹی، بہن وغیرہ کا نکاح اس سے کرائے گا۔ اس میں مہر بھی مقرر کرنا ضروری نہ تھا اسلام نے اس کی بھی ممانعت فرما دی۔

(۷) نکاح الاستبضاع

فائدہ اٹھانے کے لیے عورت مہیا کرنے کا نکاح۔ مراد یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو کسی دوسرے خوبصورت مرد کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے بھیج دیتا اور خود اس سے الگ رہتا تا کہ اس کی نسل خوبصورت پیدا ہو اور جب اس کو حمل ظاہر ہو جاتا تو وہ عورت پھر اپنے شوہر کے پاس آ جاتی۔

(۸) نکاح الرہط

اجتماعی نکاح۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تقریباً دس آدمی ایک ہی عورت کے لیے جمع ہوتے اور ہر ایک اس سے مباشرت کرتا اور جب اس کے ہاں اولاد ہوتی تو وہ ان سب کو بلواتی اور وہ بغیر کسی پس وپیش کے آجاتے پھر وہ جسے چاہتی (پسند کرتی یا اچھا سمجھتی) اسے کہتی کہ یہ بچہ تیرا ہے اور اس شخص کو اس سے انکار کرنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔

(۹) نکاح البغایا

فاحشہ عورتوں سے تعلق، یہ بھی نکاح رہط سے ملتا جلتا ہے مگر اس میں دو فرق تھے، ایک تو یہ کہ اس میں دس سے زیادہ افراد بھی ہوسکتے تھے جبکہ نکاح رہط میں دس سے زیادہ نہ ہوتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ان مردوں سے بچہ منسوب کرنا عورت کا نہیں بلکہ مرد کا کام ہوتا تھا۔

مذکورہ طریقہ ہائے زواج سے ثابت اور واضح ہوتا ہے کہ عورت کی زمانہ جاہلیت میں حیثیت مال ومتاع کی طرح تھی اسے خریدا اور بیچا جاتا تھا۔[1]

(۱) ۱۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب النکاح، ۹: ۱۸۲۔۱۸۵

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب من قال: لا نکاح إلا بولی ۵: ۱۹۷۰، رقم: ۴۸۳۴

۳۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الطلاق، باب فی وجوہ النکاح ۲: ۲۸۱، رقم: ۲۲۷۲

۳۔بدکاری کے اِعلانیہ اِظہار کا رواج

قبل از اسلام اخلاقی اقدار کے انحطاط کا یہ عالم تھا کہ لوگ زمانۂ جاہلیت میں زنا کا اقرار بھی کیا کرتے تھے اور زنا عربی معاشرے میں بڑے پیانے پر عام تھا بلکہ بہت سے لوگ عورت کو زنا پر مجبور بھی کیا کرتے تھے۔مگر اسلام نے اسکی ممانعت کر دی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔(۱)

''اور اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو (خصوصاً) جب وہ پاک دامن رہنا چاہیں کہ تم دنیاوی زندگی کا سامان کماؤ۔''

اس آیت کا شان نزول یہ تھا کہ عبداللہ بن ابی بن سلول اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور کیا کرتا تھا کہ مال کمائے اور ان کے ذریعے اپنی بڑائی حاصل کرے۔

اسی طرح زمانہ جاہلیت میں عربوں کی بیویوں کی کوئی تعداد متعین نہ تھی اور عرب ایک سے زائد شادیاں کرتے تھے اور اسکے ذریعے اپنی بڑائی کا اظہار کرتے۔مگر اسلام نے چار بیویوں کی تعداد مقرر کر دی اسی طرح اسلام نے تعدد ازواج کے لیے بھی شرائط مقرر کیں۔ارشاد ربانی ہے:

۴۔ دارقطنی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۱۰

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۱۰

۶۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۳: ۱۲۰

۷۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۳: ۱۲۰

مذکورہ محدثین کرام نے درج بالا اقسام نکاح میں سے بعض کو بیان کیا ہے۔

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۳۳

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَلَّا تَعُوْلُوْا ○(۱)

”اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو، دو دو عورتوں سے تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے (مگر یہ اجازت عدل سے مشروط ہے) پس اگر تم کو احتمال ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی عورت سے نکاح کرو یا جو کنیزیں (شرعاً) تمہاری ملک میں ہوں، یہ بات اس سے قریب تر ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو ○“

۴۔ زمانۂ جاہلیت میں عورت کی حقِ ملکیت سے محرومی

زمانۂ جاہلیت میں عورت کو کسی چیز کی مالک بننے کا حق حاصل نہ تھا۔ عورتوں کو کوئی وراثت نہ ملتی تھی، صرف مردوں کو وارث بننے کا حق حاصل تھا، اس پر اُن کی دلیل یہ تھی کہ وہ ہتھیار اُٹھاتے ہیں، قبیلوں کا دفاع کرتے ہیں اور اس معاشرے میں عورتوں کو محض میراث سے محروم کرنے پر اکتفاء نہ کیا گیا، بلکہ وہ عورت کو بھی وراثت میں سامان کی طرح بانٹ دیتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب عورت کا شوہر مر جاتا تو شوہر کے ورثاء اس عورت کے حقدار ہوتے، اگر وہ چاہتے تو ان میں سے کوئی اس سے شادی کرلیتا تھا یا جس سے چاہتے اُسی سے اس کی شادی کرا دیتے اور چاہتے تو نہ کراتے۔ اس طرح عورت کے سسرالی اُس کے میکے والوں سے زیادہ اس پر حق رکھتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

----

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۳

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ط وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ۔[۱]

”اے ایمان والو! تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے (مال یا جان کے) جبراً مالک ہو جاؤ اور اس نیت سے کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو، اُنہیں مت روک رکھنا۔“[۲]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص مر جاتا اور اُس کی باندی ہوتی تو اس کا کوئی دوست اس باندی پر کپڑا ڈال دیتا، اب کوئی دوسرا شخص اس باندی پر دعویٰ نہیں کر سکتا تھا یہ شخص اگر وہ باندی خوبصورت ہوتی تو اس سے شادی کر لیتا اور اگر بدہیت ہوتی تو اسے اپنے پاس تاحیات روکے رکھتا۔[۳]

----

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب لا یحل لکم، ۴: ۱۶۷۰، رقم: ۴۳۰۳

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاکراه، باب من الاکراه، ۶: ۲۵۴۸، رقم: ۶۵۴۹

۳۔ ابوداؤد، السنن، کتاب النکاح، باب قوله تعالی، ۲: ۲۳۰، رقم: ۲۰۸۹

۴۔ نسائی، السنن الکبری، ۶: ۳۲۱

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۱۳۸

۶۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۴: ۳۰۵

۷۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۵: ۹۴

۸۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۲۴۷

۹۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۰: ۱۳۱

(۳) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۴۶۵

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۴: ۳۰۷

۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۲۴۷

۴۔ شمس الحق، عون المعبود، ۶: ۸۰

---

(1)

calvarychapel.com/library/Reference/Social/

DivorceStatistics.htm, 15 March 2002,0200 PST.

ایک اور روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو اُس کے دوستوں میں سے کوئی اُس کی عورت پر کپڑا ڈال دیتا اور اُس کے نکاح کا وارث بن جاتا، اس کے علاوہ کوئی اس سے شادی نہ کرسکتا تھا وہ عورت اسی کے پاس محبوس رہتی تاوقتیکہ فدیہ دے کر اپنی جان چھڑا نہ لے۔ (1)

یہ زمانۂ جاہلیت کی عورت کا حال تھا، اس معاشرے میں گنتی کی چند عورتیں ہی ایسی تھیں جنہیں مالک بننے کا حق ملا اور وہ جائداد کی مالک تھیں، جیسے کہ حضور اکرم ﷺ کی زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ یہ اپنی تجارت کی بھی مالک تھیں، لیکن یہ انفرادی واقعہ ہے، من حیث المجموع جاہلیت کے معاشرے میں عورت

کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔

مغربی معاشرہ اور عورت

اسلام کی آمد سے قبل عورت الم ناک صورت حال سے دوچار تھی جس سے اسے اسلام نے آزادی عطا کی۔ یہ امر کہ عورت کے حقوق کا تحفظ اسلام کے عطا کردہ ضابطوں سے ہی ہوسکتا ہے، مغربی معاشرے میں عورت کی حالت کے مشاہدہ سے بھی پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔ عورت کے حقوق کے تحفظ کا مفہوم انفرادی، معاشرتی، خاندانی اور عائلی سطح پر عورت کو ایسا تقدس اور احترام فراہم کرنا ہے جس سے معاشرے میں اس کے حقوق کے حقیقی تحفظ کا اظہار بھی ہو اگر ہم حقائق اور اعداد و شمار کی روشنی میں مغربی معاشرے میں عورت کے حقوق کا جائزہ لیں تو انتہائی مایوس کن صورت حال سامنے آتی ہے۔ خاندان جو کسی بھی معاشرے میں انسان کے تحفظ ونشو ونما کی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے عورت کے تقدس کے عدم احترام کے باعث مغربی معاشرے میں شکست وریخت کا شکار ہے۔ جس کا لازمی شکار عورت ہی بنتی ہے۔ امریکہ کے صرف ۱۹۹۳ء کے اعداد و شمار کے مطابق:

1۔ 2.3 ملین ہونے والی شادیوں میں سے 1.3 ملین طلاق پر منتج ہوئیں۔

---

(۳) ۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۳۷۵

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۴: ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۶

2۔ ان حالات کے پیش نظر محکمہ مردم شماری (Bureau of Census) نے پیش گوئی کی کہ ہر 10 میں سے 4 شادیوں کا انجام طلاق ہوگا۔

3۔ ملک میں ہونے والی 60% طلاقیں 25 سے 39 سال کی عمر کے جوڑوں میں ہوتی ہیں۔

4۔ صرف ایک سال میں ان طلاقوں سے ایک ملین بچے متاثر ہوئے

5۔ عموماً طلاق کے بعد 75% سے 80% افراد دوبارہ شادی کرتے ہیں حتیٰ کہ ملک کے اکثر لوگ دوسری یا تیسری شادی کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔ جن کی طلاق کا امکان پہلے سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔[1]

مغربی معاشرے میں طلاق کی شرح کا کچھ اندازہ درج ذیل اعداد و شمار سے بھی کیا جا سکتا ہے۔

امریکہ کے مختلف علاقوں میں شرح طلاق[2]

علاقہ	98 شادی/طلاق	97 شادی/طلاق	96 شادی/طلاق	95 شادی/طلاق	94 شادی/طلاق
ohio	84928 / 45596	84913 / 47427	83851 / 44918	88964 / 45226	92151 / 50235
Franklin	7765 / 4569	9164 / 4945	9198 / 4727	9479 / 4904	8888 / 5194
Hamilton	5583 / 2975	5968 / 2531	5914 / 2504	6389 / 2906	6137 / 2964
Miami	813 / 459	461 / 517	725 / 518	903 / 530	889 / 589

دیگر ممالک میں شرح طلاق (1996ء)

آسٹریلیا: 106,100 شادیوں سے 52,500 طلاق پر منتج ہوئیں۔

کیوبا: شرح طلاق 75% ہے۔

فرانس: 117,716 طلاقیں ہوئیں جن میں سے 95% کا مطالبہ عدم تحفظ حقوق کے سبب سے خود خواتین نے کیا۔

سکاٹ لینڈ: 29,611 شادیوں سے 12,222 طلاق کا شکار ہوئیں۔

سوئٹزرلینڈ: 38,500 شادیوں سے 17,800 طلاق کا شکار ہوئیں۔[1]

Statistical Abstract of USA کے مطابق امریکہ کی مختلف ریاستوں میں شرح طلاق ہر آنے والے سال میں اضافہ پذیر رہی۔ طلاق کی اس اندوہ ناک صورت حال سے متاثر ہونے والے افراد کی اکثریت کا تعلق نوجوانوں سے ہے۔ مگر 1998 میں ہونے والی طلاقوں میں 11.8% خواتین 20 سال سے کم، 55.7% خواتین 20 سے 29 سال کے درمیان، 25.8% خواتین 30 سے 44 سال کے درمیان اور 6.8% خواتین 45 سال سے زائد عمر کی ہیں اور ہر آنے والے سال میں شرح طلاق اضافہ پذیر رہی:

سال	طلاقوں کی تعداد
1950	385,000
1960	393,000
1970	709,000
1980	1,189,000

بچوں پر طلاق کے اثرات صرف تعلیمی نفسیاتی یا اقتصادی ہی نہیں۔ سماجی سائنسدان Sara S. McLanahan کے مطابق وہ لڑکیاں جو اپنا بچپن اور لڑکپن طلاق یافتہ والدہ کے ساتھ گزارتی ہیں مستقبل میں ان کے اسی منہج پر زندگی گزارنے کے 100% سے 150% تک امکانات دیکھے گئے ہیں۔(۲)

مغربی معاشرے کی عورت صرف سماجی یا معاشرتی سطح پر ہی انحطاط کا شکار نہیں بلکہ ظاہراً معاشی واقتصادی آزادی کی حامل ہوتے ہوئے بھی استحصال سے دوچار ہے۔ اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ میں مغربی عورت کی معاشی و اقتصادی حالت کا جائزہ یوں پیش کیا گیا:

Women constitute half the world's population, perform nearly two third of its work hours, recieve 1/10th of the world's income, & own less than one hundredth of the world's
property۔

....

(1)
calvarychapel.com/library/Reference/Social/
DivorceStatistics.htm, 15 March 2002,0200
PST.

(2) calvarychapel.
com/library/Reference/Social/
DivorceStatistics.htm, 15 March 2002,0200
PST.

(3)www.divorcereform.org/black.html, 15 march 2002, 0200 PST.

(4) UN Report 1980 quoted in Contemporary Political Ideologies: Roger Eatwell & Anthony Wright, Westview Press, San Francisco, 1993.

----

property.(4)

”دنیا کی آدھی آبادی عورتوں پر مشتمل ہے، دنیا کے دو تہائی کام کے گھنٹوں میں عورت کام کرتی ہے مگر اسے دنیا کی آمدنی کا دسواں حصہ ملتا ہے۔اور وہ دنیا کی املاک کے سوویں حصہ سے بھی کم کی مالک ہے۔“

اِسلام میں عورت کا مقام

اسلام کی آمد عورت کے لیے غلامی، ذلت اور ظلم و استحصال کے بندھنوں سے آزادی کا پیغام تھی۔ اسلام نے ان تمام قبیح رسوم کا قلع قمع کر دیا جو عورت کے انسانی وقار کے منافی تھیں اور عورت کو وہ حقوق عطا کیے جس سے وہ معاشرے میں اس عزت و تکریم کی مستحق قرار پائی جس کے مستحق مرد ہیں۔

یہاں ہم اسلام کے قائم کردہ معاشرے میں عورت کی تکریم و منزلت کا جائزہ پیش کرتے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے درجے میں عورت کو مرد کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں رکھا ہے، اسی طرح انسانیت کی تکوین میں عورت مرد کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا۔[1]

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا۔ پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا۔“

۲۔ عورت پر سے دائمی معصیت کی لعنت ہٹا دی گئی اور اس پر سے ذلت کا داغ دور کر دیا گیا

----

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱

کہ عورت اور مرد دونوں کو شیطان نے وسوسہ ڈالا تھا، جس کے نتیجے میں وہ جنت سے اخراج کے مستحق ہوئے تھے جبکہ عیسائی روایات کے مطابق شیطان نے حضرت حواء علیہا السلام کو بہکا دیا اور یوں حضرت حواء علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کے بھی جنت سے اخراج کا سبب بنیں۔ قرآن حکیم اس باطل نظریہ کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ۔[1]

''پھر شیطان نے اُنہیں اس جگہ سے ہلا دیا اور انہیں اُس (راحت کے) مقام سے، جہاں وہ تھے، الگ کر دیا۔''

۳۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر کا استحقاق برابر قرار پایا۔ ان دونوں میں سے جو کوئی بھی کوئی عمل کرے گا، اسے پوری اور برابر جزاء ملے گی۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ۔[2]

''ان کے رب نے ان کی التجا کو قبول کر لیا (اور فرمایا) کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ تم سب ایک دوسرے میں سے ہی ہو۔''

۴۔ عورت کو زندہ زمین میں گاڑے جانے سے خلاصی ملی۔ یہ وہ بری رسم تھی جو احترامِ انسانیت کے منافی تھی۔

۵۔ اسلام عورت کے لیے تربیت اور نفقہ کے حق کا ضامن بنا کہ اسے روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور علاج کی سہولت ''ولی الامر'' کی طرف سے ملے گی۔

۶۔ عورت کی تذلیل کرنے والے زمانہ جاہلیت کے قدیم نکاح جو درحقیقت زنا تھے، اسلام نے ان سب کو باطل کر کے عورت کو عزت بخشی۔

----

(۱) القرآن، البقرۃ، ۲: ۳۶

(۲) القرآن، آل عمران، ۳: ۱۹۵

اب ہم ان حقوق کا جائزہ لیتے ہیں جو اسلام نے عورت کو مختلف حیثیتوں میں عطا کیے:

۱۔ عورت کے اِنفرادی حقوق

(۱) عصمت و عفت کا حق

معاشرے میں عورت کی عزت و احترام کو یقینی بنانے کے لیے اس کے حق عصمت کا تحفظ ضروری ہے۔ اسلام نے عورت کو حق عصمت عطا کیا اور مردوں کو بھی پابند کیا کہ وہ اس کے حق عصمت کی حفاظت کریں:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْط اِنَّ اللهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○[1]

”(اے رسول مکرم!) مومنوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے پاکیزگی کا موجب ہے۔ اللہ اس سے واقف ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں ○“

”فرج“ کے لغوی معنی میں تمام ایسے اعضاء شامل ہیں، جو گناہ کی ترغیب میں معاون ہو سکتے ہیں، مثلاً آنکھ، کان، منہ، پاؤں اور اس لیے اس حکم کی روح یہ قرار پاتی ہے کہ نہ بری نظر سے کسی کو دیکھو، نہ فحش کلام سنو اور نہ خود کہو، اور نہ پاؤں سے چل کر کسی ایسے مقام پر جاؤ، جہاں گناہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ اس کے بعد عورتوں کو حکم ہوتا ہے:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا

يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۔[2]

----

(۱) القرآن،النور، ۲۴: ۳۰

(۲) القرآن، النور، ۲۴: ۳۱

....

”اور (اے رسول مکرم!) مومنہ عورتوں سے کہہ دو کہ (مردوں کے سامنے آنے پر) وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت و آرائش کی نمائش نہ کریں سوائے جسم کے اس حصہ کو جو اس میں کھلا ہی رہتا ہے۔“

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ط مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ط ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ط لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○[1]

”اے ایمان والو! چاہیے کہ تمہارے زیرِ دست (غلام اور باندیاں) اور تمہارے ہی وہ بچے جو (ابھی) جوان نہیں ہوئے (تمہارے پاس آنے کے لئے) تین مواقع پر تم سے اجازت لیا کریں: (ایک) نمازِ فجر سے پہلے، اور (دوسرے) دوپہر کے وقت جب تم (آرام کے لئے) کپڑے اتارتے ہو اور (تیسرے) نمازِ عشاء کے بعد (جب تم خواب گاہوں میں چلے جاتے ہو)، (یہ) تین (وقت) تمہارے پردے کے ہیں، ان (اوقات) کے علاوہ نہ تم پر کوئی گناہ ہے

اور نہ ان پر (کیونکہ بقیہ اوقات میں وہ) تمہارے ہاں کثرت کے ساتھ ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، اسی طرح اللہ تمہارے لئے آیتیں واضح فرماتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا حکمت والا ہے o''

اسلام نے قانون کے نفاذ میں بھی عورت کے اس حق کو مستحضر رکھا۔ خلفائے راشدین کا طرز عمل ایسے اقدامات پر مشتمل تھا جن سے نہ صرف عورت کے حق عصمت کو مجروح کرنے والے عوامل کا تدارک ہوا بلکہ عورت کی عصمت وعفت کا تحفظ بھی یقینی ہوا۔

----

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۵۸

ایک شخص حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرے ایک مہمان نے میری ہمشیرہ کی آبروریزی کی ہے اور اسے اس پر مجبور کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے اس شخص سے پوچھا اس نے جرم کا اعتراف کرلیا۔ اس پر آپ نے حد زنا جاری کر کے اسے ایک سال کے لئے فدک کی طرف جلاوطن کر دیا۔ لیکن اس عورت کو نہ تو کوڑے لگائے اور نہ ہی جلاوطن کیا کیونکہ اسے اس فعل پر مجبور کیا گیا تھا۔ بعد میں حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے اس خاتون کی شادی اسی مرد سے کردی۔(۱)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ یوں مذکور ہے:

استفاف رجل ناسا من هذيل فأرسلوا جارية لهم تحطب فأعجبت الضعيف فتبعها فأرادها على نفسها نا متنعت فعاركها ساعة فانفلتت منه انفلاتة فرمته بحجر ففضت كبده فمات ثم جاء ت إلى أهلها فأخبرتهم فذهب أهلها إلى عمرا فأخبروه

فأرسل عمر فوجد أثارهما فقال عمر قتيل اللّٰہ لا یوری أبدا۔[۲]

----

(۱) ہندی، کنز العمال، ۵: ۴۱۱

(۲) ۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۹: ۴۳۵

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱: ۱۲۶، رقم: ۱۵۴

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۴۳۱، رقم: ۲۷۷۹۳

۴۔ خلال، السنۃ، ۱: ۱۲۶، رقم: ۱۵۴

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۳۳۷

۶۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۲۱: ۲۵۷

۷۔ ابن حزم، المحلی، ۸: ۲۵

۸۔ ابن قدامہ، المغنی، ۹: ۱۵۲

۹۔ عسقلانی، تلخیص الحبیر ۴: ۸۶، رقم: ۱۸۱۷

۱۰۔ انصاری، خلاصۃ البدر المنیر، ۲: ۳۳۲، رقم: ۲۴۸۸

....

’’ایک شخص نے ہذیل کے کچھ لوگوں کی دعوت کی اور اپنی باندی کو لکڑیاں کاٹنے کے لیے بھیجا۔ مہمانوں میں سے ایک مہمان کو وہ پسند آ گئی اور وہ اس کے پیچھے چل پڑا اور اس کی عصمت لوٹنے کا طلب گار ہوا لیکن اس باندی نے انکار کر دیا۔ تھوڑی دیر ان دونوں میں کشمکش ہوتی رہی۔ پھر وہ اپنے آپ کو چھڑانے میں کامیاب ہوگئی اور ایک پتھر اٹھا کر اس شخص کے پیٹ پر مار دیا جس سے اس کا جگر پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ پھر وہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچی اور انہیں واقعہ سنایا۔ اس کے گھر والے اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر گئے اور آپ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معاملہ کی تحقیق کے لیے کچھ لوگوں کو بھیجا

اور انہوں نے موقع پر ایسے آثار دیکھے، جس سے دونوں میں کشمکش کا ثبوت ملتا تھا۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے جسے مارا ہے اس کی دیت کبھی نہیں دی جاسکتی۔"

(۲) عزت اور رازداری کا حق

معاشرے میں عورتوں کی عزت اور عفت و عصمت کی حفاظت ان کے رازداری کے حق کی ضمانت میں ہی مضمر ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کو رازداری کا حق عطا فرمایا اور دیگر افراد معاشرے کو اس حق کے احترام کا پابند کیا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ○[1]

"اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اس

---

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۲۷، ۲۸

وقت تک داخل نہ ہوا کرو جب تک (اس امر کی) اجازت نہ لے لو اور اہلِ خانہ پر سلام کہو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم ان باتوں سے نصیحت حاصل کرو○ اور اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو ان میں داخل نہ ہو، جب تک تمہیں (اندر جانے کی) اجازت نہ ملے اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جاؤ۔ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے خوب واقف ہے○"

خود حضور نبی اکرم ﷺ کا یہی دستور تھا کہ جب آپ ﷺ کسی کے ہاں جاتے تو باہر سے السلام علیکم فرماتے، تاکہ صاحبِ خانہ کو معلوم ہو جائے اور وہ آپ کو اندر آنے کی اجازت دے دے۔ اگر پہلی بار کوئی جواب نہ ملتا تو دوسری مرتبہ السلام علیکم کہتے۔ اگر اب بھی کوئی جواب نہ ملتا تو تیسری مرتبہ پھر یہی کرتے اور اس کے بعد بھی جواب نہ ملنے پر واپس تشریف لے جاتے۔

آپ ﷺ ایک مرتبہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ حسبِ معمول السلام علیکم کہا۔ سعد نے جواب میں آہستہ سے وعلیکم السلام کہا جو آپ سن نہ سکے۔ اسی طرح تینوں بار ہوا۔ آخر جب آپ ﷺ یہ خیال کر کے واپس جانے لگے کہ غالباً گھر میں کوئی نہیں تو حضرت سعد دوڑ کر آئے اور آپ ﷺ کو ساتھ لے گئے اور عرض کیا:

يا رسول الله! إني كنت أسمع تسليمك و أرد عليك ردا خفيا لتكثر علينا من السلام۔ (1)

----

(۱) ۱۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب کم مرہ يسلم، ۴: ۳۴۷، رقم: ۵۱۸۵

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۲۱

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۲۵۳، رقم: ۹۰۲

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۴۳۹، رقم: ۸۸۰۸

۵۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۲۸۰

....

”حضور ﷺ میں نے جواب تو دیا تھا لیکن آہستہ سے، میں یہ چاہتا تھا کہ آپ زیادہ سے زیادہ بار ہمارے لئے دُعا کریں (کیونکہ السلام علیکم بھی سلامتی کی دُعا

ہے)۔''

انہی معنوں میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

إذا استاذن احدكم ثلاثا فلم يوذن له فليرجع۔[1]

''جب تم میں سے کوئی شخص (کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لئے) تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اس کو اجازت نہ ملے تو چاہیے کہ واپس چلا آئے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر سلام کے جواب میں صاحبِ خانہ مکان کے اندر سے نام وغیرہ پوچھے تو فوراً اپنا نام بتانا چاہیے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاستئذان، باب التسلیم، ۵: ۲۳۰۵، رقم: ۵۸۹۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الأداب، باب الإستئذان، ۳: ۱۶۹۴، رقم: ۲۱۵۳

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۹۸

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳: ۱۲۲، رقم: ۵۸۰۶

۵۔ طیالسی، المسند، ۱: ۷۰، رقم: ۵۱۸

۶۔ حمیدی، المسند، ۲: ۳۲۱، رقم: ۷۳۴

۷۔ ابویعلیٰ، المسند، ۲: ۲۶۹، رقم: ۹۸۱

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۱۶۸، رقم: ۱۶۸۷

۹۔ بیہقی، السنن، ۸: ۳۳۹، رقم: ۳۹

۱۰۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۴: ۴۴۹، رقم: ۲۵۰۲

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الإستئذان، باب من أجل البصر، ۵: ۲۳۰۴، رقم: ۵۸۸۸

(۳) القرآن، الاحزاب، ۳۳: ۵۳

''اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز طلب کرو تو ان سے پردے کے باہر سے مانگ لو۔ یہ تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔''

عورتوں کے حق رازداری و عصمت و عفت کی حفاظت کے لئے پردہ کے احکام آئے۔ قرآن حکیم میں خواتین کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے اور اپنی آرائش و زیبائش کو افشا نہ کرنے کی تعلیم دے کر اس پاکیزگی معاشرت کی بنیاد رکھی گئی جو خواتین کے حق رازداری و عصمت و عفت کی حفاظت کو یقینی بنا سکتی ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (۱)

''اور آپ مومن عورتوں سے فرما دیں کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش و زیبائش کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے (اسی حصہ) کے جو اس میں سے خود ظاہر ہوتا ہے اور وہ اپنے

سروں پر اوڑھے ہوئے دوپٹے (اور چادریں) اپنے گریبانوں اور سینوں پر (بھی) ڈالے رہا کریں اور وہ اپنے بناؤ سنگھار کو (کسی پر) ظاہر نہ کیا کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۳۱

یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی (ہم مذہب، مسلمان) عورتوں یا اپنی مملوکہ باندیوں کے یا مردوں میں سے وہ خدمتگار جو خواہش و شہوت سے خالی ہوں یا وہ بچے جو (کمسنی کے باعث ابھی) عورتوں کے پردہ والی چیزوں سے آگاہ نہیں ہوئے (یہ بھی مستثنیٰ ہیں) اور نہ (چلتے ہوئے) اپنے پاؤں (زمین پر اس طرح) مارا کریں کہ (پیروں کی جھنکار سے) انکا وہ سنگھار معلوم ہو جائے جسے وہ (حکم شریعت سے) پوشیدہ کیے ہوئے ہیں اور تم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم (ان احکام پر عمل پیرا ہو کر) فلاح پا جاؤ○‘‘

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَ بَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بِيْبِهِنَّ ط ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ۔ (۱)

’’اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ (باہر نکلتے وقت) اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں، یہ اس بات کے قریب تر ہے کہ وہ پہچان لی جائیں (کہ یہ پاک دامن آزاد عورتیں ہیں) پھر انہیں (آوارہ باندیاں سمجھ کر غلطی سے) ایذاء نہ دی جائے۔‘‘

(۳) تعلیم و تربیت کا حق

اسلام کی تعلیمات کا آغاز اِقْــرَاْ سے کیا گیا اور تعلیم کو شرفِ انسانیت اور

شناختِ پروردگار کی اساس قرار دیا گیا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ○[۲]

---

(۱) القرآن، الأحزاب، ۳۳: ۵۹

(۲) القرآن، العلق، ۹۶: ۱۔۵

''(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا○ اس نے انسان کو (رحم مادر میں جونک کی طرح) معلق وجود سے پیدا کیا○ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے○ جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا○ جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا○''

حضور نبی اکرم ﷺ نے خواتین کی تعلیم و تربیت کو اتنا ہی اہم اور ضروری قرار دیا ہے جتنا کہ مردوں کی۔ اسلامی معاشرے میں یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی شخص لڑکی کو لڑکے سے کم درجہ دے کر اس کی تعلیم و تربیت نظر انداز کر دے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

الرجل تکون له الامة فیعلمها فیحسن تعلیمها و یودبها فیحسن ادبها ثم یعتقها فیتزوجها فله اجران۔[۱]

''اگر کسی شخص کے پاس ایک لونڈی ہو پھر وہ اسے تعلیم دے اور یہ اچھی تعلیم ہو۔ اور اس کو آدابِ مجلس سکھائے اور یہ اچھے آداب ہوں۔ پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اس شخص کے لیے دوہرا اجر ہے۔''

یعنی ایک اجر تو اس بات کا کہ اس نے اسے اچھی تعلیم دی اور اچھے آداب

سکھائے اور دوسرا اجر اس امر کا کہ اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اور اس طرح اس کا درجہ بلند کیا۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجہاد، باب فضل من أسلم، ۳: ۱۰۹۶، رقم: ۲۸۴۹

۲۔ ابو عوانہ، المسند، ۱: ۱۰۳، رقم: ۲۸

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳: ۱۱۸، رقم: ۱۲۶۳۵

۴۔ رویانی، المسند، ۱: ۳۰۷، رقم: ۴۵۸

اس سے ظاہر ہے کہ اسلام اگر باندیوں تک کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کو کارِ ثواب قرار دیتا ہے تو وہ آزاد لڑکوں اور لڑکیوں کے تعلیم سے محروم رکھے جانے کو کیونکر گوارا کر سکتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے علم کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ارشاد فرمایا کہ اس کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے:

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم۔[1]

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے۔''

ایک دوسرے موقع پر حصولِ علم میں ہر طرح کے امتیاز اور تنگ نظری کو مٹانے کی خاطر نہایت لطیف پیرائے میں فرمایا:

الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیث وجدھا فھو احق بھا۔[2]

''علم اور عقل کی بات مومن کا گمشدہ مال ہے، پس جہاں بھی اسے پائے اسے حاصل کرنے کا وہ زیادہ حق دار ہے۔''

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، المقدمہ، باب فضل العلماء، ۱:

۸۱، رقم: ۲۲۴

۲۔ ابویعلیٰ، المسند، ۵: ۲۲۳، رقم: ۲۸۳۷

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۹۵، رقم: ۱۰۴۳۹

۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۸، رقم: ۹

۵۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۳۶، رقم: ۲۲

۶۔ ابویعلیٰ، المعجم، ۱: ۲۵۷، رقم: ۳۲۰

۷۔ شعب الایمان، ۲: ۲۰۳، رقم: ۱۶۶۳

۸۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۱۱۹

۹۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۱: ۵۲، رقم: ۱۰۹

۱۰۔ کنانی، مصباح الزجاجة، ۱: ۳۰، رقم: ۸۱

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب العلم، ماجاء فی فضل الفقه، ۵: ۵۱، رقم: ۲۶۸۷

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب الحکمة، ۲: ۱۳۹۵، رقم: ۴۱۶۹

---

(۴) حسنِ سلوک کا حق

حضور نبی اکرم ﷺ نے عورتوں سے حسن سلوک کی تعلیم دی اور زندگی کے عام معاملات میں عورتوں سے عفوو درگزر اور رافت و محبت پر مبنی سلوک کی تلقین فرمائی:

عن أبی هریرة ص أن رسول الله ﷺ قال: المرأة کالضلع ان اقمتها کسرتها وان استمتعت بها استمتعت بها وفیها عوج۔[1]

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۲۴۰، رقم: ۳۵۲۸۱

۴۔ رویانی، المسند، ۱: ۵۷، رقم: ۳۳

۵۔ بیہقی، سنن الکبریٰ، ۲: ۱۹۰، رقم: ۱۱۸۵۱

۶۔ شیبانی، الاحاد والمثانی، ۳: ۲۶۴، رقم: ۱۶۳۹

۷۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۲: ۱۵۲، رقم: ۲۷۷۰

۸۔ ابونعیم اصبہانی، حلیۃ الاولیاء، ۳: ۳۵۴

۹۔ سیوطی، شرح سنن ابن ماجہ، ۱: ۳۰۷، رقم: ۴۱۲۹

۱۰۔ مناوی، فیض القدیر، ۲: ۵۴۵

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب المدارۃ مع النساء، ۵: ۱۹۸۷، رقم: ۴۸۸۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، ۲: ۱۰۹۰، رقم: ۱۴۶۸

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی مدارۃ النساء، ۳: ۴۹۳، رقم: ۱۱۸۸

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۲۸، رقم: ۹۵۲۱

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۴۸۷، رقم: ۴۱۸۰

....

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عورت پسلی کی مانند ہے اگر اسے سیدھا کروگے تو ٹوٹ جائے گی اگر اسی طرح اس کے ساتھ فائدہ اٹھانا چاہو تو فائدہ اٹھا سکتے ہو ورنہ اس کے اندر ٹیڑھا پن موجود ہے۔‘‘

عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وآلہ وسلم قال: من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فلا يؤذی جاره واستوصوا بالنساء خيرا، فانهن خلقن من ضلع و ان اعوج شئ فی الضلع اعلاه فان ذهبت تقيمه كسرته وان تركته لم يزل اعوج فاستوصوا بالنساء خيرا۔[1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ تعالٰی اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے، اور عورتوں کے ساتھ نیکی کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کرلو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئیں ہیں۔ اور سب سے اوپر والی پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ ڈالو گے اور اس کے حال پر چھوڑے رہو گے تب بھی ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی پس عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کرلو۔''

۶۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۹۹، رقم: ۲۲۲۲

۷۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۴: ۱۹۷

۸۔ ابو عوانۃ، المسند، ۳: ۱۴۲، رقم: ۴۴۹۵

۹۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۱۷۸، رقم: ۵۶۵

۱۰۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۳۰۳، رقم: ۳۰۴

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء، ۵: ۱۹۸۷، رقم: ۴۸۹۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، ۲: ۱۰۹۱، رقم: ۱۴۶۸

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۴: ۱۹۷

۴۔ ابن راہویہ، المسند، ۱: ۲۵۰، رقم: ۲۱۴

۵۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۱۱: ۸۵، رقم: ۶۲۱۸

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۲۹۵، رقم: ۱۴۴۹۹

----

(۵) ملکیت اور جائیداد کا حق

اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی حق ملکیت عطا کیا۔ وہ نہ صرف خود کما سکتی ہے بلکہ وراثت کے تحت حاصل ہونے والی املاک کی مالک بھی بن سکتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا ط وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ۔ (۱)

”مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔“

عورت کا حق ملکیت طلاق کی صورت میں بھی قائم رہتا ہے۔ طلاق رجعی کے بارے میں ابنِ قدامہ نے لکھا ہے کہ اگر شوہر نے ایسی بیماری جس میں ہلاکت کا خطرہ ہو، کے دوران میں اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر دورانِ عدت اسی بیماری سے مر گیا تو بیوی اس کی وارث ہوگی اور اگر بیوی مر گئی تو شوہر اُس کا وارث نہیں ہوگا۔ یہی رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (۲)

----

۱) القرآن، النساء، ۴: ۳۲

(۲) ابن قدامہ، المغنی، ۶: ۳۲۹

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

اذا طلقها مريضا ورثته ما كانت في العدة ولا يرثها۔ (۱)

”اگر شوہر نے اپنی بیماری کی حالت میں بیوی کو طلاق دے دی تو بیوی دوران عدت اس کی وارث ہوگی لیکن شوہر اس کا وارث نہیں ہوگا۔“

طلاق مغلظہ کے بارے میں قاضی شریح بیان کرتے ہیں کہ عروۃ البارقی حضرت عمر ﷛ سے ہوکر میرے پاس آئے اور اس شخص کے بارے میں بیان کیا جو اپنی بیوی کو حالت مرض میں تین طلاقیں دے دے کہ حضرت عمر ﷛ کے نزدیک بیوی دوران عدت اس کی وارث ہوگی لیکن شوہر اس کا وارث نہیں ہوگا۔(۲)

(۶) حرمتِ نکاح کا حق

اسلام سے قبل مشرکین عرب بلا امتیاز ہر عورت سے نکاح جائز سمجھتے تھے۔ باپ مر جاتا تو بیٹا ماں سے شادی کر لیتا۔ جصاص نے ’احکام القرآن (۲: ۱۴۸)‘ میں سوتیلی ماں سے نکاح کے متعلق لکھا ہے:

و قد کان نکاح إمراۃ الأب مستفیضا شائعا فی الجاھلیۃ۔

”اور باپ کی بیوہ سے شادی کر لینا جاہلیت میں عام معمول تھا۔“

اسلام نے عورتوں کے حقوق نمایاں کرتے ہوئے بعض رشتوں سے نکاح حرام قرار دیا اور اس کی پوری فہرست گنوا دی۔ ارشادِ ربانی ہے:

---

(۱) ۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۷: ۶۴، رقم: ۱۲۲۰۱

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۴: ۱۷۱

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۳۶۳، رقم: ۱۴۹۰۸

۴۔ مالک بن انس، المدونۃ الکبریٰ، ۶: ۳۸

۵۔ ابن حزم، المحلی، ۱۰: ۲۱۹

(۲) ۱۔ ابن حزم، المحلی، ۱۰: ۲۱۹، ۲۲۸

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۹۷

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ۔ (1)

’’تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری (وہ) مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعت میں شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں سب حرام کردی گئی ہیں۔ اور (اسی طرح) تمہاری گود میں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان عورتوں (کے بطن) سے ہیں جن سے تم صحبت کر چکے ہو (بھی حرام ہیں) پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر ان کی (لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) کوئی حرج نہیں اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں (بھی تم پر حرام ہیں) جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ (بھی حرام ہے کہ) تم دو بہنوں کو ایک ساتھ (نکاح میں) جمع کرو سوائے اس کے جو دورِ جہالت میں گزر چکا۔‘‘

۲۔ عورت کے عائلی حقوق

(ا) ماں کی حیثیت سے حق

حضور نبی اکرم ﷺ نے اہل ایمان کی جنت ماں کے قدموں تلے قرار دے کر ماں کو معاشرے کا سب سے زیادہ مکرم و محترم مقام عطا کیا۔ آپ ﷺ نے

فرمایا کہ سب سے زیادہ حسن سلوک کی مستحق ماں ہے:

....

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: جاء رجلی الی رسول اللہ ﷺ فقال: یا رسول اللہ! من احق الناس بحسن صحابتی؟ قال: ''امک،'' قال: ثم من؟ قال: ''ثم امک،'' قال: ثم من؟ قال: ''ثم امک''، قال ثم من؟ قال: ''ثم ابوک''۔(1)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکرعرض گزار ہوا یا رسول ﷺ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری والدہ، عرض کی کہ پھر کون ہے فرمایا کہ تمہاری والدہ، عرض کی کہ پھر کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری والدہ ہے، عرض کی کہ پھر کون ہے؟ فرمایا کہ تمہارا والد ہے۔''

(۲) بیٹی کی حیثیت سے حق

وہ معاشرہ جہاں بیٹی کی پیدائش کو ذلت و رسوائی کا سبب قرار دیا جاتا تھا، آپ ﷺ نے بیٹی کو احترام و عزت کا مقام عطا کیا۔ اسلام نے نہ صرف معاشرتی و سماجی سطح پر بیٹی کا مقام بلند کیا بلکہ اسے وراثت کا حق دار بھی ٹھہرایا، ارشادِ ربانی ہے:

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب من أحق الناس، ۵: ۲۲۲۷، رقم: ۵۶۲۶

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین ۴: ۱۹۷۴، رقم: ۲۵۴۸

۳۔ ابن راہویۃ، المسند، ۱: ۲۱۶، رقم: ۱۷۲

۴۔ منذری، الترغیب و الترہیب، ۳: ۲۲۰، رقم: ۳۷۶۶

۵۔ الحسینی، البیان و التعریف، ۱: ۱۷۱، رقم: ۴۴۷
۶۔ کنانی، مصباح الزجاجۃ، ۴: ۹۸، رقم: ۱۲۷۸

يُوْصِيْكُمُ اللهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ۔[1]

''اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے لیے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے زائد تو ان کے لیے اس ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے اور اگر وہ اکیلی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔''

قرآن حکیم نے بیٹی کی پیدائش پر غم و غصے کو جاہلیت کی رسم اور انسانیت کی تذلیل قرار دیتے ہوئے اُس کی مذمت کی:

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌo يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَo[2]

''اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی (کی پیدائش) کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہےo وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (بزعم خویش) اس بری خبر کی وجہ سے جو اسے سنائی گئی ہے (اب یہ سوچنے لگتا ہے کہ) آیا اسے ذلت و رسوائی کے ساتھ (زندہ) رکھے یا اسے مٹی میں دبا دے (یعنی زندہ درگور کر دے) خبردار کتنا برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیںo''

اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کی ممانعت کر کے دورِ جاہلیت کی اس رسم بد کا قلع قمع کیا جو اسلام کی آمد سے قبل اس معاشرے میں جاری تھی:

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۱

(۲) القرآن، النحل، ۱۶: ۵۸، ۵۹

وَلا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا○[1]

''اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل مت کرو ہم ہی انہیں (بھی) رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی، بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہےo''

(۳) بہن کی حیثیت سے حق

قرآن حکیم میں جہاں عورت کے دیگر معاشرتی وسماجی درجات کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے، وہاں بطور بہن بھی اس کے حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ بطور بہن عورت کا وراثت کا حق بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۔[2]

''اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد اور اس کا ماں کی طرف سے ایک بھائی یا ایک بہن ہو (یعنی اخیافی بھائی یا بہن) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے پھر اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے (یہ تقسیم بھی) اس وصیت کے بعد (ہوگی) جو (وارثوں کو) نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد۔''

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ

....

(۱) القرآن،بنی اسرائیل، ۱۷: ۳۱

(۲) القرآن،النسآء، ۴: ۱۲

....

فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَ اِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔[1]

''لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں۔فرمادیجئے کہ اللہ تمہیں (بغیر اولاد اور بغیر والدین کے فوت ہونے والے) کلالہ (کی وراثت) کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص فوت ہوجائے جو بےاولاد ہومگر اس کی بہن ہو تو اس کے لیے اس (مال) کا آدھا (حصہ) ہے جو اس نے چھوڑا ہے اور اگر (اس کے برعکس بہن کلالہ ہو تو اس کے مرنے کی صورت میں اسکا) بھائی اس (بہن) کا وارث (کامل) ہوگا اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو۔پھر اگر (کلالہ بھائی کی موت پر) دو (بہنیں وارث) ہوں تو ان کے لیے اس (مال) کا دو تہائی (حصہ) ہے جو اس نے چھوڑا ہے اور اگر (بصورت کلالہ مرحوم کے) چند بھائی بہن مرد (بھی) اور عورتیں (بھی وارث) ہوں تو پھر (ہر) ایک مرد کا (حصہ) دو عورتوں کے برابر ہوگا۔''

(۴) بیوی کی حیثیت سے حق

قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے نسل انسانی کے تسلسل وبقاء کے لیے ازدواجی زندگی اور خاندانی رشتوں کو اپنی نعمت قرار دیا:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ

وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝(۲)

''اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لیے جوڑے پیدا فرمائے اور تمہارے جوڑوں (بیویوں) سے تمہارے لیے بیٹے، پوتے اور نواسے پیدا فرمائے اور تمہیں پاکیزہ رزق عطا فرمایا تو کیا پھر بھی وہ (حق کو چھوڑ کر) باطل پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمت سے وہ ناشکری کرتے ہیں ۝''

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۷۷

(۲) القرآن، النحل، ۱۶: ۷۲

دوسرے مقام پر بیوی کے رشتے کی اہمیت اور اس سے حسن سلوک کو یوں بیان کیا گیا:

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللهُ لَكُمْ وَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝(۱)

''تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو، اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے حق میں

خیانت کرتے تھے سو اس نے تمہارے حال پر رحم کیا اور تمہیں معاف فرما دیا، پس (اب روزوں کی راتوں میں بیشک) ان سے مباشرت کیا کرو اور جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے چاہا کرو، اور کھاتے پیتے رہا کرو یہاں تک کہ تم پر صبح کا سفید ڈورا (رات کے) سیاہ ڈورے سے (الگ ہوکر) نمایاں ہو جائے، پھر روزہ رات (کی آمد) تک پورا کرو، اور عورتوں سے اس دوران میں شب باشی نہ کیا کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو، یہ اللہ کی (قائم کردہ) حدیں ہیں پس ان کے توڑنے کے نزدیک نہ جاؤ، اسی طرح اللہ لوگوں کے لیے اپنی آیتیں (کھول کر) بیان کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں○''

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۱۸۷

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ○(1)

''اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں، اور ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اسے چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا فرما دیا ہو اگر وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں، اس مدت کے اندر ان کے شوہروں کو انہیں (پھر) اپنی زوجیت میں لوٹا نے کا حق زیادہ ہے اگر وہ اصلاح کا ارادہ کر لیں، اور دستور کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر، البتہ مردوں کو ان پر فضیلت ہے، اور اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔''

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۔(۲)

''اور تمہارے لیے اس (مال) کا آدھا حصہ ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں بشرطیکہ ان کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو تمہارے لیے ان کے ترکہ سے چوتھائی ہے (یہ بھی) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جو انہوں نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد، اور تمہاری بیویوں کا تمہارے چھوڑے ہوئے (مال) میں سے چوتھا حصہ ہے بشرطیکہ تمہاری کوئی اولاد نہ ہو

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۸

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۱۲

پھر اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو ان کے لیے تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے تمہاری اس (مال) کی نسبت کی ہوئی وصیت (پوری کرنے) یا تمہارے قرض کی ادائیگی کے بعد۔''

یہ قرآنِ حکیم ہی کی تعلیمات کا عملی ابلاغ تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے بیوی سے حسنِ سلوک کی تلقین فرمائی:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: جاء رجل الی النبی ﷺ فقال: یا

رسول الله! انی کتبت فی غزوة کذا و کذا و امراتی حاجة، قال: ارجع فحج مع امراتک۔(۱)

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھ لیا گیا ہے اور میری بیوی حج کرنے جا رہی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم واپس چلے جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجہاد، باب کتابة الإمام الناس، ۳: ۱۱۱۴، رقم: ۲۸۹۶

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجہاد، باب من اکتتب فی جیش، ۳: ۱۰۹۴، رقم: ۲۸۴۴

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب سفر المرأہ مع محرم، ۲: ۹۷۸، رقم: ۱۳۴۱

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۴۲، رقم: ۳۷۵۷

۵۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۱۳۷، رقم: ۲۵۲۹

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۴۲۴، ۴۲۵، رقم: ۱۲۲۰۱، ۱۲۲۰۵

اور اسی تعلیم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمل پیرا رہے:

عن زید هو ابن اسلم عن ابیه قال: کنت مع عبدالله بن عمر رضی الله عنهما بطریق مکة فبلغه عن صفیة بنت ابی عبید شدة وجع، فاسرع السیر حتی اذا کان بعد غروب الشفق ثم نزل فصلی المغرب

والعتمة يجمع بينهما و قال: إني رايت النبي ﷺ اذا جد به السير اخر المغرب و جمع بينهما۔[1]

''زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ کے سفر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا انہیں اپنی زوجہ محترمہ حضرت صفیہ بنت ابوعبید کے بارے میں خبر پہنچی کہ وہ سخت بیمار ہیں۔ انہوں نے رفتار تیز کر دی اور مغرب کے بعد جب شفق غائب ہوگئی تو سواری سے اترے اور مغرب کی نماز ادا کرکے نماز عشاء بھی اس کے ساتھ ملا کر پڑھ لی اور فرمایا کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر طے کرنے میں جلدی ہوتی تو مغرب میں دیر کرکے مغرب و عشاء کو جمع فرما لیتے۔''

۳۔ عورت کے ازدواجی حقوق

آپ ﷺ کی عطا کردہ تعلیمات کی روشنی میں عورت کے درج ذیل نمایاں حقوق سامنے آتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الحج، باب المسافر إذا جد به، ۲: ۶۳۹، رقم: ۱۷۱۱

۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجهاد، باب السرعة في السير، ۳: ۱۰۹۳، رقم: ۲۸۳۸

۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۲:۵۷۳، رقم: ۱۰۴۱

۴۔ مبارکپوری، تحفة الاحوذی، ۳:۱۰۲

---

(۱) شادی کا حق

اسلام سے قبل عورتوں کو مردوں کی ملکیت تصور کیا جاتا تھا اور انہیں نکاح کا حق

حاصل نہ تھا۔ اسلام نے عورت کو نکاح کا حق دیا کہ جو یتیم ہو، باندی ہو یا مطلقہ، شریعت کے مقرر کردہ اُصول وضوابط کے اندر رہتے ہوئے اُنہیں نکاح کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا:

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ (۱)

”اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آ پہنچیں تو جب وہ شرعی دستور کے مطابق باہم رضامند ہو جائیں تو انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو۔“

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ج فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ (۲)

”اور تم میں سے جو فوت ہو جائیں اور (اپنی) بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن انتظار میں روکے رکھیں پھر جب وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آ پہنچیں تو پھر جو کچھ وہ شرعی دستور کے مطابق اپنے حق میں کریں تم پر اس معاملے میں کوئی مواخذہ نہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح خبردار ہے ○“

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ط فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ○ (۳)

----

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۳۲

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۳۴

(۳) القرآن، النساء، ۴: ۴

’’اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کیا کرو، پھر اگر وہ اس (مہر) میں سے کچھ تمہارے لیے اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو تب اسے (اپنے لیے) سازگار اور خوشگوار سمجھ کر کھاؤ ○‘‘

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَائِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○[۱]

’’اور تم اپنے مردوں اور عورتوں میں سے ان کا نکاح کر دیا کرو جو بغیر ازدواجی زندگی کے (رہ رہے) ہوں اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا (نکاح کر دیا کرو) اگر وہ محتاج ہوں گے (تو) اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیگا اور اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے ○‘‘

اگر چہ کئی معاشرتی اور سماجی حکمتوں کے پیش نظر اسلام نے مردوں کو ایک سے زائد شادیوں کا حق دیا، مگر اسے بیویوں کے مابین عدل و انصاف سے مشروط ٹھہرایا اور اس صورت میں جب مرد ایک سے زائد بیویوں میں عدل قائم نہ رکھ سکیں، انہیں ایک ہی نکاح کرنے کی تلقین کی:

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ج فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ط ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا ○[۲]

’’اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہارے لیے پسندیدہ اور حلال ہوں، دو دو اور تین تین اور چار چار (مگر یہ اجازت بشرطِ عدل ہے) پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم (زائد بیویوں میں) عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک ہی عورت سے (نکاح

کرو) یا وہ کنیزیں جو (شرعاً) تمہاری ملکیت میں آئی ہوں یہ بات اس سے قریب تر ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو ○"

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۳۲

(۲) القرآن،البقرہ،۲: ۲۳۴

(۳) القرآن، النساء، ۴: ۴

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○(۱)

"اور تم ہرگز اس بات کی طاقت نہیں رکھتے کہ (ایک سے زائد) بیویوں کے درمیان (پورا پورا) عدل کرسکو اگر چہ تم کتنا ہی چاہو۔ پس (ایک کی طرف) پورے میلانِ طبع کے ساتھ (یوں) نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو (درمیان میں) لٹکتی ہوئی چیز کی طرح چھوڑ دو۔ اور اگر تم اصلاح کرلو اور (حق تلفی و زیادتی سے) بچتے رہو تو اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے ○"

ان آیات مبارکہ سے واضح ہے کہ اسلام کا رجحان یک زوجگی کی طرف ہے اور ان حالات میں جہاں اسلام نے ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی ہے اسے عدل و مساوات سے مشروط ٹھرایا ہے کہ مردان تمام معاملات میں جو اس کے بس میں ہیں مثلاً غذا، لباس، مکان، شب باشی اور حسن معاشرت میں سب کے ساتھ عدل کا سلوک کرے۔ گویا ایک سے زائد شادیوں کا قرآنی فرمان حکم نہیں بلکہ اجازت ہے جو بعض حالات میں ناگزیر ہو جاتی ہیں جنگ، حادثات، طبی اور طبعی حالات بعض اوقات ایسی صورت پیدا کر دیتے ہیں کہ معاشرے میں اگر ایک سے زائد شادیوں

پر پابندی عائد ہوتو وہ سنگین سماجی مشکلات کا شکار ہو جائے جس کے اکثر نظائر ان معاشروں میں دیکھے جاسکتے ہیں جہاں ایک سے زیادہ شادیوں پر قانونی پابندی ہوتی ہے۔تاہم یہ اسلام کا تصور عدل ہے۔وہ معاشرہ جہاں ظہور اسلام سے قبل دس دس شادیاں کرنے کا رواج تھا اور ہر طرح کی جنسی بے اعتدالی عام تھی اسلام نے اسے حرام ٹھرایا اور شادیوں کو صرف چار تک محدود کر کے عورت کے تقدس اور سماجی حقوق کو تحفظ عطا کر دیا۔

----

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۲۹

----

(۲) خیارِ بلوغ کا حق

نابالغ لڑکی یا لڑکے کا بلوغت سے قبل ولی کے کیے ہوئے نکاح کو بالغ ہونے پر رد کر دینے کا اختیار 'خیارِ بلوغ' کہلاتا ہے۔اسلام نے خواتین کو ازدواجی حقوق عطا کرتے ہوئے خیارِ بلوغ کا حق عطا کیا جو اسلام کے نزدیک انفرادی حقوق کے باب میں ذاتی اختیار کی حیثیت رکھتا ہے۔احناف کے نزدیک اگر کسی ولی نے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کیا ہوتو وہ لڑکا یا لڑکی بالغ ہونے پر خیارِ بلوغ کا حق استعمال کر کے نکاح ختم کر سکتے ہیں۔

جس طرح بالغ خاتون کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر ولی نے اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کیا ہوتو عدم رضا کی بناء پر اسے اس نکاح کو تسلیم نہ کرنے اور باطل قرار دینے کا اختیار حاصل ہے،اسی طرح ایک نابالغہ کو بھی جس کا نکاح نابالغی کے زمانہ میں کسی ولی نے کیا ہو، بلوغ کے بعد عدم رضا کی بناء پر خیار بلوغ حاصل ہے۔

خیارِ بلوغ کے حق کی بناء پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک

حدیث مبارکہ ہے جس میں قدامہ بن مظعون نے اپنی بھتیجی اور حضرت عثمان بن مظعون کی صاحب زادی کا نکاح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کر دیا تھا اور وہ لڑکی بوقت نکاح نابالغ تھی۔ بلوغت کے بعد اُس لڑکی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نکاح کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا:

عن عبد اللہ بن عمر، قال: توفی عثمان بن مظعون، و ترک ابنۃ لہ من خویلۃ بنت حکیم بن أمیۃ بن حارثۃ بن الأوقص، قال: و أوصی إلی أخیہ قدامۃ بن مظعون، قال عبد اللہ: و ھما خالای، قال: فخطبت إلی قدامۃ بن مظعون ابنۃ عثمان بن مظعون، فزوجنیھا، و دخل المغیرۃ بن شعبۃ - یعنی إلی أمھا - فأرغبھا فی المال، فحطت إلیہ، و حطت الجاریۃ إلی ھوی أمھا، فأبتا، حتی ارتفع أمرھما إلی رسول اللہ ﷺ، فقال قدامۃ بن مظعون: یا رسول اللہ! ابنۃ أخی، أوصی بھا إلی، فزوجتھا ابن عمتھا عبد اللہ بن عمر، فلم أقصر بھا فی الصلاح ولا فی الکفاءۃ، و لکنھا امرأۃ، و إنما حطت إلی ھوی أمھا۔ قال: فقال رسول اللہ ﷺ: ھی یتیمۃ، ولا تنکح إلا باذنھا۔ قال: فانتزعت و اللہ منی بعد أن ملکتھا، فزوجوھا المغیرۃ۔[1]

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عثمان بن مظعون فوت ہوئے اور پسماندگان میں خویلہ بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص سے ایک بیٹی چھوڑی اور اپنے بھائی قدامہ بن مظعون کو وصیت کی۔ راوی عبداللہ کہتے ہیں: یہ دونوں میرے خالو تھے۔ میں نے قدامہ بن مظعون کو عثمان بن مظعون کی بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجا تو اس نے میرا نکاح اس سے کرا دیا اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ اس لڑکی کی ماں کے پاس آیا اور اسے مال کا لالچ دیا۔ وہ عورت اس کی طرف

مائل ہوگئی اور لڑکی بھی اپنی ماں کی خواہش کی طرف راغب ہوگئی پھر ان دونوں نے انکار کر دیا یہاں تک کہ ان کا معاملہ رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ قدامہ بن مظعون نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے اور میرے بھائی نے مجھے اس کے متعلق وصیت کی تھی پس میں اس کی شادی اس کے ماموں زاد عبداللہ بن عمر سے کر دی۔ میں نے اس کی بھلائی اور کفو میں کوئی کمی نہ کی لیکن یہ عورت اپنی ماں کی خواہش کی طرف مائل ہوگئی اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ یتیم ہے، لہٰذا اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ راوی کہتے ہیں: اس کے بعد میرا اس کے مالک بننے کا جھگڑا ہی ختم ہوگیا اور اس نے مغیرہ سے شادی کر لی۔''

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۳۰، رقم: ۶۱۳۶

۲۔ دارقطنی، السنن، ۳: ۲۳۰

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۱۳، ۱۲۰، رقم: ۱۳۴۳۴، ۱۳۴۷۰

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۲۸۰

ایک دوسری سند کے ساتھ مروی حدیث مبارکہ میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

فأمره النبی ﷺ أن یفارقها، وقال: لا تنکحوا الیتامٰی حتی تستأمروهن فإن سکتن فهو إذنهن۔[1]

''پس حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کی علیحدگی کا حکم دیا اور فرمایا: یتیم بچیوں کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے پس اگر وہ خاموش رہیں تو وہی ان کی اجازت ہے۔''

(۳) مہر کا حق

اسلام نے عورت کو ملکیت کا حق عطا کیا۔ عورت کے حق ملکیت میں جہیز اور مہر کا حق بھی شامل ہے۔ قرآن حکیم نے مردوں کو نہ صرف عورت کی ضروریات کا کفیل بنایا بلکہ اُنہیں تلقین کی کہ اگر وہ مہر کی شکل میں ڈھیروں مال بھی دے چکے ہوں تو واپس نہ لیں، کیونکہ وہ عورت کی ملکیت بن چکا ہے:

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ○[۲]

”اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو، کیا تم بہتان تراشی کے ذریعے اور کھلا گناہ کرکے وہ مال واپس لوگے○“

---

(۱) بیہقی، السنن الکبری، ۷: ۱۲۱

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۲۰

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا ۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ○[۱]

”تم پر اس بات میں (بھی) کوئی گناہ نہیں کہ اگر تم نے (اپنی منکوحہ) عورتوں کو ان کے چھونے یا ان کے مہر مقرر کرنے سے بھی پہلے طلاق دے دی ہے تو انہیں (ایسی صورت میں) مناسب خرچہ دیدو، وسعت والے پر اس کی حیثیت کے مطابق (لازم) ہے اور تنگدست پر اس کی حیثیت کے مطابق (بہر طور) یہ خرچ

مناسب طریق پر دیا جائے، یہ بھلائی کرنے والوں پر واجب ہے ○''

(۴) حقوقِ زوجیت

مرد پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ حتی الوسع حقوق زوجیت ادا کرنے سے دریغ نہ کرے۔ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ اگر خاوند بیوی کو دق کرنا چاہتا تو قسم کھالیتا کہ میں بیوی سے مقاربت نہیں کروں گا اسے اصطلاح میں ایلاء کہتے ہیں۔ اس طرح عورت معلقہ ہو کر رہ جاتی ہے، نہ مطلقہ نہ بیوہ (کہ اور شادی ہی کر سکے) اور نہ شوہر والی۔ کیونکہ شوہر نے اس سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ یہ رویہ دُرست نہیں کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے حلال ٹھہرائی ہے، انسان کا کوئی حق نہیں کہ اسے اپنے اُوپر حرام قرار دے لے۔ قرآن کہتا ہے:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○[۲]

''جو لوگ اپنی بیویوں کے قریب نہ جانے کی قسم کھالیں تو ان کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے۔ پھر اگر وہ اس مدت کے اندر رجوع کر لیں اور آپس میں ملاپ کر لیں تو اللہ رحمت سے بخشنے والا ہے ○''

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۲۳۶

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۶

(یعنی اگر بیوی کی کسی غلطی کی وجہ سے تم نے یہ قسم کھائی ہے تو عفوو درگزر کرتے ہوئے اسے معاف کر دو، اور اگر کسی معقول سبب کے بغیر تم نے یوں ہی قسم کھائی تھی تو قسم کا کفارہ دے کر رجوع کر لو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیوں کو بخش دے گا۔ اگر خاوند چار ماہ تک رجوع نہ کرے، تو پھر بعض فقہاء کے نزدیک خود بخود طلاق

واقع ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ بیان کرتے ہیں:

قال النبی: ﷺ إنک لتصوم الدھر و تقوم الیل. فقلت: نعم، قال: انک اذا فعلت ذلک ھجمت له العین، و نفھت له النفس، لا صام من صام الدھر، صوم ثلاثة أیام صوم الدھر کله. قلت: فانی أطیق أکثر من ذلک، قال فصم صوم داؤد ؑ، کان یصوم یوما و یفطر یوما۔[1]

----

۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب صوم داود، ۲:۶۹۸، رقم: ۱۸۷۸

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصوم، باب نھی عن صوم الدھر، ۲:۸۱۳، رقم: ۱۱۵۹

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الصوم عن رسول اللہ، باب ما جاء فی سرد الصوم، ۳:۱۴۰، رقم: ۷۷۰

۴۔ دارمی، السنن، ۲:۳۳، رقم: ۱۷۵۲

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۲:۳۲۵، رقم: ۳۵۹۰، ۱۴:۱۱۸، رقم: ۶۲۲۶

۶۔ ابن خزیمه، الصحیح، ۲:۱۸۱، رقم: ۱۱۴۵

۷۔ بیہقی، السنن الصغری، ۱:۷۷۴، رقم: ۸۳۸

۸۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۳:۱۹۳

۹۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳:۵۳۰

(''حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ہمیشہ روزہ رکھتے اور ہمیشہ قیام کرتے ہو؟ میں عرض گزار ہوا: جی۔ فرمایا: اگر ایسا کرتے رہو گے تو تمہاری آنکھوں میں گڑھے پڑ جائیں گے اور تمہارا جسم بے جان ہو جائے گا، نیز ہر مہینے میں تین روزے رکھنا گویا ہمیشہ روزہ رکھنا ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: داؤد علیہ السلام والے روزے رکھ لیا کرو جو ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہیں رکھتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو پیٹھ نہیں دکھاتے تھے۔''

عبادت میں زیادہ شغف بھی بیوی سے بے توجہی کا باعث ہو سکتا ہے۔ اگر خاوند دن بھر روزہ رکھے اور راتوں کو نمازیں پڑھتا رہے تو ظاہر ہے کہ وہ بیوی کے حقوق ادا کرنے سے قاصر رہے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسی لیے صوم وصال یعنی روزے پر روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور زیادہ سے زیادہ صوم داؤدی کی اجازت دی ہے کہ ایک دن روزہ رکھو، ایک دن نہ رکھو۔

اسی طرح عبادت میں بھی اعتدال کا حکم فرمایا:

عن عون بن ابی حجیفہ، عن ابیہ قال: اخی النبی ﷺ بین سلمان و ابی الدرداء فزار سلمان ابا الدرداء فرأی ام الدرداء متبذلة، فقال لها: ماشانک؟ قالت: اخوک ابو الدرداء لیس له حاجة فی الدنیا، فجاء ابو الدرداء فصنع له طعاما، فقال: کل. قال: فانی صائم، قال: ما انا باکل حتی تاکل، قال: فاکل، فلما کان اللیل ذهب ابو الدرداء یقوم. قال: نم، فنام ثم ذهب یقوم. فقال: نم، فلما کان من اخر اللیل قال سلمان، قم الآن فصلیا. فقال له سلمان: ان لربک علیک حقا و لنفسک علیک حقا ولاهلک علیک حقا فاعط کل ذی حق حقه. فاتی النبی ﷺ

فذكر ذلك له فقال النبی ﷺ: صدق سلمان۔[1]

''حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارہ کرادیا تھا۔حضرت سلمان ایک روز حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے مکان پر گئے۔اُم درداء کو غمگین دیکھا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: کہو، یہ کیا حال کر رکھا ہے؟ اُم درداء کہنے لگیں: تمہارے بھائی ابودرداء کو دُنیا کی ضرورت نہیں ہے۔اتنے میں ابودرداء آ گئے، کھانا تیار کروایا گیا اور کہا کہ آپ کھائیں۔سلمان بولے میرا روزہ ہے۔ ابودرداء نے کہا جب تک تم نہیں کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ جب رات ہوئی (اور دونوں نے کھانا کھا لیا) تو ابودرداء نماز کے لیے اُٹھنے لگے۔سلمان بولے سو جاؤ۔اس پر ابودرداء سو گئے۔(رات گئے پھر کسی وقت) اُٹھے اور (نماز کے لیے) جانے لگے تو سلمان نے پھر کہا سو جاؤ۔ابودرداء پھر سو گئے۔اخیر رات میں سلمان نے کہا، اب اُٹھو۔چنانچہ دونوں نے اُٹھ کر نماز ادا کی۔پھر سلمان کہنے لگے، تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے، اور نفس کا بھی، اور گھر والوں کا بھی۔لہٰذا ہر ایک حقدار کا حق ادا کرو۔دن میں جب ابودرداء حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔''

----

1) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب من أقسم علی أخیه، ۲: ۶۹۴، رقم: ۱۸۶۷

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب منه، ۴: ۲۰۸، رقم: ۲۴۱۳

۳۔ ابویعلی، المسند، ۲: ۱۹۳، رقم: ۸۹۸

۴۔ واسطی، تاریخ واسط، ۱:۲۳۳

۵۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۲:۷۳۴

۶۔ زیلعی، نصب الرایۃ، ۲:۶۵۴

(اسی طرح کا واقعہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے متعلق بیان ہوا ہے۔ حضرت عثمان بہت عبادت گزار اور راہبانہ زندگی بسر کرنے والے تھے۔ ایک دن ان کی بیوی خولہ بنت حکیم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں، تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ہر طرح کے زنانہ بناؤ سنگھار سے عاری ہیں۔ پوچھا کہ کیا سبب ہے؟ بولیں کہ میرے میاں دن بھر روزہ رکھتے ہیں، رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں۔ میں سنگھار کس کے لیے کروں؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے قصہ بیان کیا۔ اس پر حضور علیہ السلام عثمان کے پاس گئے اور اُن سے فرمایا:

یا عثمان! ان الرهبانية لم تكتب علينا، أفمالك فيّ أسوة؟[1]

''عثمان ہمیں رہبانیت کا حکم نہیں ہوا ہے۔ کیا تمہارے لیے میرا طرزِ زندگی پیروی کے لائق نہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بارے میں صحابہ سے خاص طور پر فرمایا:

واللہ! انی لأخشاكم للہ و اتقاكم له لكنی أصوم وأفطر وأصلی وأرقد، واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فليس منی۔[2]

---

۱)   ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۲۲۶، رقم: ۲۵۹۳۵

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱:۱۸۵، رقم: ۹

۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۶:۱۶۸، رقم: ۱۰۳۷۵

۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۷:۱۵۰، رقم: ۱۲۵۹۱

۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۹:۳۸، رقم: ۸۳۱۹

۶۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱:۳۱۳، رقم: ۱۲۸۸

۷۔ ابن جوزی، صفوة الصفوہ، ۱:۴۵۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب ترغیب النکاح، ۵: ۱۹۴۹، رقم: ۴۷۷۶

''خدا کی قسم، میں تمہاری نسبت خدا سے بہت زیادہ ڈرتا ہوں اور بہت متقی ہوں۔ اس کے باوجود روزہ بھی رکھتا ہوں، اور افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ پس جو میری سنت سے روگردانی کرے گا، وہ میرے طریقے پر نہیں۔''

اس کے مقابلے میں عورت کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔ ارشاد فرمایا:

لا تصوم المرأة وبعلها شاهد إلا باذنه۔ [1]

''اپنے خاوند کی موجودگی میں عورت (نفلی) روزہ نہ رکھے مگر اس کی اجازت سے۔''

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح، ۲: ۱۰۲۰، رقم: ۱۴۰۱

۳۔ نسائی، السنن، کتاب النکاح، باب النهی عن التبتل، ۶: ۲۰، رقم: ۳۲۱۷

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱:۱۹۰، رقم: ۱۴

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۲:۲۰، رقم: ۳۱۷

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۷۷، رقم: ۱۳۲۲۶

۷۔ احمد بن حنبل، مسند، ۲:۱۵۸، رقم: ۶۴۷۸

۸۔ عبد بن حمید، مسند، ۱:۳۹۲، رقم: ۱۳۱۸

۹۔ بیہقی، شعب الایمان، ۴:۳۸۱، رقم: ۵۳۷۷

۱۰۔ منذری، الترغیب و الترھیب، ۳:۳۰، رقم: ۲۹۵۳

۱۱۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۴:۳۵۸، رقم: ۷۰۳۰

۱۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۹:۱۰۵

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب صوم المرأۃ، ۵: ۱۹۹۳، رقم: ۴۸۹۶

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الصوم، باب ما جاء فی کراھیۃ، ۳: ۱۵۱، رقم: ۷۸۲

حضور نبی اکرم ﷺ نے بیوی کے حق کی اہمیت کو اپنی سنت مبارکہ سے واضح فرمایا۔ آپ کا طریقہ مبارک یہ تھا کہ کسی سفر یا غزوہ پر تشریف لے جاتے تو بیویوں میں قرعہ ڈالتے اور جس کے نام قرعہ نکل آتا، اُسے ساتھ لے جاتے۔[1]

ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسبِ معمول شہر میں گشت کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک عورت کی زبان سے یہ شعر سنے:

تطاول ھذا اللیل تسری کواکبہ

وارّقنی ان لاضجیع ألاعبہ

فو اللہ لولا اللہ تخشی عواقبہ

لَزُحزِحَ من ھذا السریر جوانبہ[2]

(یہ رات کس قدر لمبی ہوگئی ہے۔ اور اس کے کنارے کس قدر چھوٹے ہوگئے

ہیں

۳۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الصوم، باب المرأة تصوم، ۲:
۲۳۰، رقم: ۲۴۵۸

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲:۲۴۷، رقم: ۳۲۸۹

۵۔ دارمی، السنن، ۲:۲۱، رقم: ۱۷۲۰

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۸:۳۳۹، رقم: ۳۵۷۲

۷۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۳:۳۱۹، رقم: ۲۱۶۸

۸۔ حاکم، المستدرک، ۴:۱۹۱، رقم: ۷۳۲۹

۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴:۱۹۲، رقم: ۷۶۳۹

۱۰۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۳:۲۰۰

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب القرعة بین النساء،
۵: ۱۹۹۹، رقم: ۴۹۱۳

(۲) سیوطی، تاریخ الخلفاء: ۱۳۹

اور میں رو رہی ہوں کہ میرا شوہر میرے پاس نہیں ہے کہ اس کے ساتھ ہنس کھیل کر اس رات کو گزار دوں۔ خدا کی قسم خدا کا ڈر نہ ہوتا تو اس تخت کے پائے ہلا دیئے جاتے۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر افسوس کیا اور فوراً اپنی صاحبزادی اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پوچھا بیٹی! ایک عورت شوہر کے بغیر کتنے دن گزار سکتی ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا: ”چار ماہ۔“ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم جاری کر دیا کہ کوئی شخص چار ماہ سے زیادہ فوج کے ساتھ باہر نہ رہے۔ خود

قرآن حکیم نے یہ معیاد مقرر کی ہے:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○[1]

”جو لوگ اپنی بیویوں کے قریب نہ جانے کی قسم کھالیں، ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے۔ پھر اگر وہ (اس مدت کے اندر) رجوع کرلیں (اور آپس میں میل ملاپ کرلیں) تو اللہ رحمت سے بخشنے والا ہے ○“

گویا یہاں قرآن حکیم نے اس امر کو واضح کر دیا کہ خاوند اور بیوی زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک علیحدہ رہ سکتے ہیں، اس سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ اگر وہ اس دوران صلح کرلیں تو درست ہے۔ اس سے زیادہ بیوی اور شوہر کا الگ الگ رہنا دونوں کے لیے جسمانی، روحانی اور اخلاقی لحاظ سے مضر ہے۔ یہی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے جواب کا مقصود تھا اور اسی کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم نافذ کیا۔

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۲۲۶

---

(۵) کفالت کا حق

مرد کو عورت کی جملہ ضروریات کا کفیل بنایا گیا ہے۔ اس میں اس کی خوراک، سکونت، لباس، زیورات وغیرہ شامل ہیں:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔[1]

”مرد عورتوں پر محافظ و منتظم ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، اور اس وجہ سے (بھی) کہ مرد (ان پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔“

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○[۲]

”اور مائیں اپنے بچوں کو دو برس تک دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے، اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور پہننا دستور کے مطابق بچے کے باپ کے ذمہ ہے، کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ دی جائے (اور) نہ ماں کو اس کے بچے کے باعث نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کے سبب سے، اور وارثوں پر بھی یہی حکم عائد ہوگا، پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے (دو برس سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں،

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۳۴

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۳۳

اور پھر اگر تم اپنی اولاد کو (دایہ سے) دودھ پلانے کا ارادہ رکھتے ہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ جو تم دستور کے مطابق دیتے ہو انہیں ادا کر دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے خوب دیکھنے والا

ہے ○‘‘

وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ○[1]

’’اور طلاق یافتہ عورتوں کو بھی مناسب طریقے سے خرچ دیا جائے، یہ پرہیز گاروں پر واجب ہے ○‘‘

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۔[2]

’’اے نبی! (مسلمانوں سے فرما دیں) جب تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو اُن کے طُہر کے زمانہ میں انہیں طلاق دو اور عِدّت کو شمار کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، اور انہیں اُن کے گھروں سے باہر مت نکالو اور نہ وہ خود باہر نکلیں سوائے اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کر بیٹھیں۔‘‘

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ○ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ○[3]

----

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۴۱

(۲) القرآن، الطلاق، ۶۵: ۱

(۳) القرآن، الطلاق، ۶۵: ۶، ۷

”تم اُن (مطلقہ) عورتوں کو وہیں رکھو جہاں تم اپنی وسعت کے مطابق رہتے ہو اور انہیں تکلیف مت پہنچاؤ کہ اُن پر (رہنے کا ٹھکانا) تنگ کردو، اور اگر وہ حاملہ ہوں تو اُن پر خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ اپنا بچہ جَن لیں، پھر اگر وہ تمہاری خاطر (بچے کو) دودھ پلائیں تو انہیں اُن کا معاوضہ ادا کرتے رہو، اور آپس میں (ایک دوسرے سے) نیک بات کا مشورہ (حسبِ دستور) کرلیا کرو، اور اگر تم باہم دشواری محسوس کرو تو اسے (اب کوئی) دوسری عورت دودھ پلائے گی ○ صاحبِ وسعت کو اپنی وسعت (کے لحاظ) سے خرچ کرنا چاہیے، اور جس شخص پر اُس کا رِزق تنگ کردیا گیا ہو تو وہ اُسی (روزی) میں سے (بطورِ نفقہ) خرچ کرے جو اُسے اللہ نے عطا فرمائی ہے۔ اللہ کسی شخص کو مکلّف نہیں ٹھہراتا مگر اسی قدر جتنا کہ اُس نے اسے عطا فرما رکھا ہے، اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشائش پیدا فرما دے گا ○“

حضور نبی اکرم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں عورت کے اس حق کی پاسداری کی تلقین فرمائی:

۱۔ فاتقوا اللہ فی النساء فإنکم اخذتموھن بامان اللہ و استحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ، ولکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرھونہ، فان فعلن ذلک فاضربوھن ضربا غیر مبرح، ولھن علیکم رزقھن و کسوتھن بالمعروف۔ (۱)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، ۲: ۸۸۹، رقم: ۱۲۱۸

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب المناسك، باب حجة رسول الله ﷺ، ۲:۱۰۲۵، رقم: ۳۰۷۴

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۴:۳۱۱، ۹:۲۵۷

”عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر اپنے ماتحت کیا ہے اور اللہ کے کلمہ (نکاح) سے انہیں اپنے لیے حلال کیا ہے۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ کسی آدمی کو تمہارا بستر نہ روندنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم اُن کو ایسی سزا دو جس سے چوٹ نہ لگے اور ان کا تمہارے اوپر یہ حق ہے کہ تم انہیں دستور (شرعی) کے موافق خوراک اور لباس فراہم کرو۔“

۲۔ حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

أن رجلا سأل النبی ﷺ: ما حق المرأة علی الزوج؟ قال: أن يطعمها إذا طعم، و أن يكسوها إذا اكتسی، ولا يضرب الوجه، ولا يقبح، ولا يهجر إلا فی البيت۔[1]

۴۔ دارمی، السنن، ۲:۶۹، رقم: ۱۸۵۰

۵۔ ابن ابی شیبه، المصنف، ۳:۳۳۶، رقم: ۱۴۷۰۶

۶۔ عبد بن حميد، المسند، ۱:۳۴۳، رقم: ۱۱۳۵

۷۔ بيهقی، السنن الكبریٰ، ۷:۱۴۴، رقم: ۱۳۶۰۱

۸۔ بيهقی، السنن الكبریٰ، ۷:۲۹۵، رقم: ۱۴۵۰۲

۹۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۱:۲۷۲

۱۰۔ ابن حزم، المحلی، ۹:۵۱۰، ۱۰:۷۲

۱۱۔ ابن قدامہ، المغنی، ۳:۲۰۳

۱۲۔ اندلسی، حجۃ الوداع، ۱:۱۶۹، رقم: ۹۲

۱۳۔ محمد بن اسحاق، اخبار مکۃ، ۳:۲۲۷، رقم: ۱۸۹۱

۱۴۔ ابونعیم، المسند، ۳:۳۱۸، رقم: ۲۸۲۸

۱۵۔ ابوطیب، عون المعبود، ۵:۲۶۳

۱۶۔ ابن حبان، الثقات، ۲:۱۲۸

۱۷۔ اندلسی، تحفۃ المحتاج، ۲:۱۶۱

’’ایک آدمی نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا: عورت کا خاوند پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب خود کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے، اس کے منہ پر نہ مارے، اُسے برا نہ کہے اور گھر کے علاوہ تنہا کہیں نہ چھوڑے۔‘‘

۳۔ حضرت ابوسفیان ﷺ کی بیوی ہندہ کے اپنے خاوند کی کنجوسی کی شکایت کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا:

خذی ما یکفیک و ولدک بالمعروف۔[۲]

----

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب النکاہ، باب حق المرأۃ، ۱: ۵۹۳، رقم: ۱۸۵۰

۲۔ ابو داؤد، السنن، کتاب النکاح، باب فی حق المرأۃ، ۲: ۲۴۴، رقم: ۲۱۴۲

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأۃ، ۳: ۴۶۶، رقم: ۱۱۶۲

۴۔ نسائی، السنن الکبری، ۵: ۳۷۳، رقم: ۹۱۷۱

۵۔ نسائی، السنن الکبری، ۶: ۳۲۳، رقم: ۱۱۱۰۴

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۴۸۲، رقم: ۴۱۷۵

۷۔ بیہقی، السنن الکبری، ۷: ۲۹۵

۸۔ ہیثمی، موارد الظمآن: ۳۱۳، رقم: ۱۲۸۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب النفقات، باب إذا لم ینفق الرجل، ۵: ۲۰۵۲، رقم: ۵۰۴۹

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا، ۲: ۷۶۹، رقم: ۲۲۹۳

''تو (ابوسفیان کے مال سے) اتنا مال لے سکتی ہے جو تجھے اور تیرے بچوں کے لیے باعزت طور پر کافی ہو۔''

اگر نفقہ واجب نہ ہوتا تو آپ ﷺ اسے ابوسفیان کی اجازت کے بغیر مال لینے کی اجازت نہ فرماتے۔

مسلم فقہاء نے عورت کے اس حق کو نہ صرف قرآن وسنت بلکہ اجماع و عقلی طور پر بھی ثابت قرار دیا۔ الکاسانی کے مطابق:

''جہاں تک اجماع سے وجوب نفقہ کا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں پوری امت کا اجماع ہے کہ خاوند پر بیوی کا نفقہ واجب ہے۔

''عقلی طور پر شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہونا اس طرح ہے کہ وہ خاوند کے حق کے طور پر اس کی قید نکاح میں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی قید نکاح کا نفع بھی خاوند ہی کو لوٹ رہا ہے لہٰذا اس کی کفالت بھی خاوند کے ذمہ ہی ہونی چاہئے۔ اگر اس کی کفالت کی ذمہ داری خاوند پر نہ ڈالی جائے اور نہ وہ خود خاوند کے حق

ارشاد فرمائی، پھر جب وہ اُس (بات) کا ذکر کر بیٹھیں اور اللہ نے نبی (ﷺ) پر اسے ظاہر فرما دیا تو نبی (ﷺ) نے انہیں اس کا کچھ حصہ جتا دیا اور کچھ حصہ (بتانے) سے چشم پوشی فرمائی۔''

گھریلو معاملات میں عورت، مرد کی راز دان ہے لیکن اگر عورت غلطی یا نادانی سے کوئی خلاف مصلحت کام کر بیٹھے تو مرد کو چاہیے کہ اس کی تشہیر نہ کرے، نہ اسے اعلانیہ ملامت کرے، جس سے معاشرے میں اس کی سبکی ہو۔ عورت کی عزت و وقار کی حفاظت مرد کا فرض اوّلین ہے کیونکہ یہ خود اس کی عزت اور وقار ہے۔ عورت کی سبکی اُس کی عزت اور وقار کے مجروح ہونے کا باعث بنتی ہے۔ مرد کو چاہیے کہ اسے اس کی غلطی سے آگاہ کر دے اور آئندہ کے لیے اسے محتاط رہنے کا مشورہ دے۔ قرآن حکیم نے عورت اور مرد کے تعلقات کو ایک نہایت لطیف مثال کے ذریعے بیان کیا ہے۔

---

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۴: ۲۶

(۲) القرآن، التحریم، ۶۶: ۳

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔[1]

''عورتیں تمہارے لیے لباس (کا درجہ رکھتی) ہیں اور تم ان کے لیے لباس (کا درجہ رکھتے) ہو۔''

اور لباس سے متعلق ایک دوسری جگہ کہا:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا۔[2]

''اے لوگو! ہم نے تمہیں لباس دیا ہے، جو تمہارے عیب ڈھانکتا ہے اور تمہاری زینت (اور آرائش کا ذریعہ) ہے۔''

جا سکتی تھی۔(۲)

وہ رہن ہی نہیں رکھی جاتی تھی بلکہ فروخت بھی کی جاتی تھی غرضیکہ وہ محض مرد کی خواہشات نفسانی کی تسکین کا ذریعہ تھی اور مرد پر اس کی طرف سے کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی تھی۔ اسلام نے بتایا کہ عورت کے بھی مرد پر ایسے ہی حقوق ہیں جیسے مرد کے عورت پر ہیں اور وہ ہر طرح کے انصاف اور نیک سلوک کی حقدار ہے۔

اسلام نے نکاح کو ایک معاہدہ قرار دے کر بھی اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ○ (۳)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب النکاح، باب حکم العزل، ۲: ۱۱۰۸، رقم: ۱۴۳۹

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب تبتغی مرضاة، ۴: ۱۸۸۶، رقم: ۴۶۲۹

۳۔ ابو عوانہ، المسند، ۳: ۱۶۷

۴۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۶۵۸، رقم: ۴۶۲۹

۵۔ عسقلانی، فتح الباری، ۹: ۲۸۱

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الرھن، باب رھن السلاح، ۲: ۸۸۷، رقم: ۲۳۷۵

(۳) القرآن، النساء، ۴: ۲۱

”اور تمہاری عورتیں تم سے مضبوط عہد لے چکی ہیں ○“

اس ”مضبوط عہد“ کی تفسیر خود حضور نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے

خطبے میں یوں فرمائی:

اتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموھن بامانۃ اللہ۔[1]

''عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطورِ امانت لیا ہے۔''

گویا نکاح کو ایک امانت قرار دیا ہے اور جیسے ہر ایک معاہدے میں دونوں فریقوں کے کچھ حقوق ہوتے ہیں اور ان پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں، اسی طرح امانت کا حال ہے۔ چونکہ نکاح ایک معاہدہ اور ایک امانت ہے، اس لیے جیسے مرد کے عورت پر بعض حقوق ہیں، ویسے ہی عورت کی طرف سے اس کے ذمے بعض فرائض بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے عورتوں سے گھریلو زندگی میں نیکی اور انصاف کا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس حسن سلوک کی تاکید کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

خیرکم خیرکم لأھلہ۔[1]

''تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنے اہل (یعنی بیوی بچوں) کے لیے اچھا ہے۔''

---

(۱) ۱۔ ابو داؤد، السنن، کتاب المناسک، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ، ۲: ۱۸۵، رقم: ۱۹۰۵

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب المناسک، باب حجۃ رسول اللہ ﷺ، ۲: ۱۰۲۵، رقم: ۳۰۷۴

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۲۱، رقم: ۴۰۰۱

۴۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۲۵۱، رقم: ۲۸۰۹

۵۔ دارمی، السنن، ۲: ۶۹، رقم: ۱۸۵۰

۶۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۴۳، رقم: ۱۱۳۵

۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸:۵

۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۱۴۴، ۲۹۵، ۳۰۴

۹۔ ابن قدامہ، المغنی، ۳:۲۰۳

----

(۸) تشدد سے تحفظ کا حق

خاوند پر بیوی کا یہ حق ہے کہ وہ بیوی پر ظلم اور زیادتی نہ کرے:

وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيٰتِ اللهِ هُزُوًا۔ (۲)

''اور ان کو ضرر پہنچانے اور زیادتی کرنے کے لئے نہ روکے رکھو۔ جو ایسا کرے گا اس نے گویا اپنے آپ پر ظلم کیا اور اللہ کے احکام کو مذاق نہ بنالو۔''

یہ آیت ان احکام سے متعلق ہے جہاں خاوند کو بار بار طلاق دینے اور رجوع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ بعض خاوند بیوی کو دق کرنا چاہتے ہیں اس لئے اسے معروف

----

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فضل أزواج النبی ﷺ، ۵:۷۰۹، رقم: ۳۸۹۵

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب النکاح، باب حسن معاشرۃ النساء، ۱: ۶۳۶، رقم: ۱۹۷۷

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۹:۴۸۴، رقم: ۴۱۷۷

۴۔ دارمی، السنن، ۲:۲۱۲، رقم: ۲۲۶۰

۵۔ بزار، المسند، ۳:۱۹۷، رقم: ۹۷۴

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹:۳۶۳، رقم: ۸۵۳

۷۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۲:۲۲۷، رقم: ۱۲۴۳

۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۴۶۸

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۳۱

طریقے سے طلاق دے کر آزاد نہیں کر دیتے، بلکہ طلاق دیتے ہیں اور پھر رجوع کر لیتے ہیں، پھر طلاق دیتے ہیں اور پھر کچھ دن کے بعد رجوع کر لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عورت ایک دائمی اذیت میں مبتلا رہتی ہے۔ یہ گویا اللہ کے احکام اور رعایتوں سے تمسخر ہے۔ اس سے منع فرمایا گیا کہ ان کو ظلم اور زیادتی کے لئے نہ روک رکھو۔ اس آیت مبارکہ میں یہاں ایک عام اصول بیان کر دیا ہے کہ عورت پر ظلم اور زیادتی نہ کرو۔ ظلم اور زیادتی کی تعیین نہیں کی، کیونکہ یہ جسمانی بھی ہو سکتی ہے، ذہنی اور روحانی بھی۔

(۹) بچوں کی پرورش کا حق

اس امر میں اُمتِ مسلمہ کا اجماع ہے کہ بچہ کی پرورش کی مستحق سب سے پہلے اُس کی ماں ہے۔ البتہ اس اَمر میں اختلاف ہے کہ بچہ یا بچی کی پرورش کا حق ماں کو کتنی عمر تک رہتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جب بچہ خود کھانے پینے، لباس پہننے اور استنجاء کرنے لگے تو اُس کی پرورش کا حق ماں سے باپ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ لڑکے کی اس حالت کو پہنچنے کی عمر کا اندازہ علامہ خصاف نے سات آٹھ سال بیان کیا ہے، البتہ ماں کو لڑکی کی پرورش کا حق اس کے بالغ ہونے تک ہے۔ یہی قول امام ابو یوسف کا ہے۔ امام محمد کے نزدیک جب لڑکی میں نفسانی خواہش ظاہر ہو تو اس وقت تک ماں کو پرورش کا حق حاصل ہے۔ متاخرین احناف نے امام محمد کے قول کو پسند کیا ہے۔[1]

ماں کو بچہ کی پرورش کا حق حاصل ہونے کے بارے میں قرآن کریم میں

کوئی آیت ظاہر نص کے طور پر تو موجود نہیں مگر اقتضاء نص کے طور پر فقہاء کرام نے آیتِ رضاعت...... وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ...... سے ثابت کیا ہے کہ صغرسنی میں بچہ کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے۔

فقہاء کرام نے مذکورہ آیت مبارکہ کے ساتھ ساتھ درج ذیل احادیث سے بھی استدلال کیا ہے:

۱۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے بعد نکلے تو حمزہ کی بیٹی نے آپ ﷺ کا تعاقب کیا اور آواز دی: اے چچا! اے چچا! پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بچی کا ہاتھ پکڑ لیا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اپنے چچا کی بیٹی کو لو۔ چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اُسے اُٹھا لیا۔ اس بارے میں حضرت زید، علی اور جعفر رضی اللہ عنہم کا جھگڑا ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اسے لے لیا ہے کیونکہ وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور جعفر نے کہا: وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے جبکہ زید نے کہا کہ وہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ پس رسول اکرم ﷺ نے اس کی خالہ کے حق میں فیصلہ دیا اور فرمایا:

الخالة بمنزلة الأم۔[1]

''خالہ ماں کے درجہ میں ہے۔''

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصلح، باب کیف یکتب هذا، ۲:

۹۲۰، رقم: ۲۵۵۲

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب عمرة القضاء، ۴: ۱۵۵۱، رقم: ۴۰۰۵

۳۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الطلاق، باب من أحق بالولد، ۲: ۲۸۳، رقم: ۲۲۸۰

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۱۲۷، ۱۲۸، رقم: ۸۴۵۶، ۸۵۷۸

۵۔ بیہقی، السنن الکبری، ۸: ۵، ۶

۶۔ مقدسی، الأحادیث المختارہ، ۲: ۳۹۲، ۳۹۳، رقم: ۷۷۹

يا رسول الله! ان ابنی هذا، کان بطنی له وعاء، و ثديي له سقاء، و حجری له حواء، و إن أباه طلقنی و أراد أن ينتزعه منی۔

’’اے اللہ کے رسول! یہ میرا بیٹا ہے جس کے لئے میرا پیٹ ظرف تھا اور میری چھاتی مشکیزہ اور میری گود اس کے لئے پناہ گاہ تھی۔ اس کے باپ نے مجھے طلاق دی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسے مجھ سے لے لے۔‘‘

اس پر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

أنت أحق به ما لم تنکحی۔[1]

’’تو اپنے بچہ کی زیادہ مستحق ہے جب تک کہ تو (دوسرا) نکاح نہ کرلے۔‘‘

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری عورت اُمِ عاصم کو طلاق دی۔ عاصم اپنی نانی کے زیرِ پرورش تھا۔ اُس کی نانی نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تنازعہ پیش کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا:

أن يكون الولد مع جدته، والنفقة على عمر، وقال: هي أحق به۔[2]

''لڑکا اپنی نانی کے پاس رہے گا، عمر کو نفقہ دینا ہوگا۔ اور کہا: یہ نانی اس بچہ کی (پرورش کرنے کی) زیادہ حق دار ہے۔

"(1) 1۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصلح، باب کیف یکتب هذا، 2: 960، رقم: 2552

2۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب عمرة القضاء، 4: 1551، رقم: 4005

3۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الطلاق، باب من أحق بالولد، 2: 284، رقم: 2280

4۔ نسائی، السنن الکبری، 5: 127، 168، رقم: 8456، 8578

5۔ بیہقی، السنن الکبری، 8: 5، 6

6۔ مقدسی، الأحادیث المختارہ، 2: 392، 393، رقم: 779

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکے کی ماں کے حق میں فیصلہ کیا پھر فرمایا کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لا توله والدة عن ولدها۔[1]

''والدہ کو اس کے بچہ سے مت چھڑاؤ۔''

عبدالرحمٰن بن ابی زناد اہل مدینہ سے فقہاء کا قول روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خلاف ان کے بیٹے عاصم کے حق میں فیصلہ کیا کہ اس کی پرورش اس کی نانی کرے گی یہاں تک کہ عاصم بالغ ہو گیا، اور اُم عاصم اُس دن زندہ تھی اور (دوسرے شخص کے) نکاح میں تھی۔[۲]

ابو حسین مرغینانی حنفیؒ لکھتے ہیں:

----

(۱) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۵

(۲) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۵

(۳) مرغینانی، الہدایۃ، ۲: ۳۷

ولأن الأم أشفق وأقدر على الحضانة، فكان الدفع إليها أنظر، و إليه أشار الصديق رضی اللہ عنہ بقوله: ريقها خير له من شهد و عسل عندك يا عمر۔[۳]

"یعنی اس لئے کہ ماں بچہ کے حق میں انتہا سے زیادہ شفیق ہوتی ہے اور نگرانی و حفاظت پر مرد کی نسبت زیادہ قدرت رکھتی ہے۔ اسی شفقت کی طرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے: اے عمر! بچے کی ماں کا لعاب دہن بچے کے حق میں تمہارے شہد سے بھی زیادہ شیریں ہوگا۔"

مرغینانی مزید لکھتے ہیں:

"باپ کی نسبت ماں اس لئے زیادہ شفیق ہوتی ہے کہ حقیقت میں بچہ ماں کے جسم کا ایک حصہ ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات بچہ کو قینچی کے ذریعے کاٹ کر ماں سے جدا کیا جاتا ہے اور عورت اسی پرورش میں مشغول ہونے کی وجہ سے حضانت پر زیادہ حق رکھتی ہے بخلاف مرد کے کہ وہ مال حاصل کرنے پر زیادہ

هلاكه و هلاك دينه۔

''اور حضانت بچے کی بہبود و فلاح کے پیش نظر مقرر کی گئی ہے، لہٰذا کسی ایسے طریقے پر درست نہ ہوگی جس سے بچے کی ذات اور دین ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔''

(۱۰) خلع کا حق

اگر عورت اپنی ازدواجی زندگی سے مطمئن نہ ہو اور اپنے شوہر کی بد اخلاقی، مکاری یا اُس کی کمزوری سے نالاں ہو جائے اور اُسے ناپسند کرے اور اُسے خوف ہو کہ حدود اللہ کی پاسداری نہ کر سکے گی تو وہ شوہر سے خلع حاصل کر سکتی ہے اور یہ کسی عوض کے بدلے ہوگا جس سے وہ اپنی جان چھڑائے۔ اس کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ۔[1]

''پس اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو (اندریں صورت) ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر (اس تکلیف دہ بندھن سے) آزادی حاصل کر لے''۔

شریعتِ مطہرہ نے طلاق کو صرف شوہر کا حق قرار دیا ہے، کیونکہ شوہر ہی خاص طور سے رشتہ زوجیت قائم رکھنے کا خواہاں ہوتا ہے اور وہ زوجیت کی بناء پر کافی مال خرچ کر چکا ہوتا ہے، اس لئے وہ طلاق نہ دینے کو ترجیح دیتا ہے کیوں کہ طلاق کی صورت میں اسے مؤخر شدہ مہر اور عورت کے دوسرے مالی حقوق ادا کرنا پڑتے ہیں۔

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۹

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الطلاق، باب الخلع ۵: ۲۰۲۱، رقم: ۴۹۷۱

. . . .

"جو کوئی عورت اپنے شوہر سے بلاوجہ طلاق مانگے اُس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔"

خلع عورت کا ایسا حق ہے کہ جب عورت خلع لے لیتی ہے تو اپنے نفس کی مالک ہو جاتی ہے اور اُس کا معاملہ خود اُس کے ہاتھ میں آجاتا ہے، کیونکہ اس شخص کی زوجیت سے آزادی کے لئے اس نے مال خرچ کیا ہے۔

خلع کو عورت کے لئے مرد سے چھٹکارے کا ذریعہ بنایا گیا ہے کہ جب وہ اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہو اور اُس کے ساتھ رہنا نہ چاہتی ہو گویا یہ طلاق کی طرح عورت کے پاس ایک حق ہے اس میں عورت کو شوہر سے لیا ہوا مہر واپس کرنا ہوتا ہے۔

وہ چند صورتیں جن میں عورت کی طرف سے طلاق یا خلع واقع ہوتا ہے، درج ذیل ہیں:

۱۔ نکاح کے وقت عورت نے اپنے لئے طلاق کا حق رکھا ہو اور شوہر نے اُس پر موافقت کی ہو۔ اس شرط کو استعمال کرنا اُس کا حق ہے۔

۲۔ جب وہ شوہر کی مخالفت کے باعث اپنے نفس پر نافرمانی کے گناہ میں پڑنے کا خوف کرے۔

۳۔ اس سے شوہر کا سلوک برا ہو، یعنی وہ اس پر اُس کے دین یا جان کے بارے میں ظلم روا رکھے اور عورت اس سے مال دے کر طلاق حاصل کرنا چاہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ

کی ممانعت کی گئی۔ ارشادِ ربانی ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ وَلَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ

....

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الطلاق، باب فی کراھیۃ الطلاق، ۲: ۲۵۵، رقم: ۲۱۷۸

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الطلاق، باب حدثنا سوید بن سعید، ۱: ۶۵۰، رقم: ۲۰۱۸

(۲) دارقطنی، السنن، ۴: ۳۵

....

تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَیْتُمُوْھُنَّ شَیْئًا اِلَّا اَنْ یَّخَافَا اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللهِ ط فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ط تِلْکَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللهِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○[1]

’’طلاق (صرف) دو بار (تک) ہے، پھر یا تو (بیوی کو) اچھے طریقے سے (زوجیت میں) روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے، اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ جو چیزیں تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو سوائے اس کے کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ (اب رشتۂ زوجیت برقرار رکھتے ہوئے) دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، سو (اندریں صورت) ان پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر (اس تکلیف دہ بندھن سے) آزادی لے لے، یہ اللہ کی

(مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں پس تم ان سے آگے مت بڑھو، اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں سو وہی لوگ ظالم ہیں o ‘‘

وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ ط حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ o (۲)

’’اور طلاق یافتہ عورتوں کو بھی مناسب طریقے سے خرچ دیا جائے، یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے o ‘‘

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ج اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا o (۳)

----

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۹

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۴۱

(۳) القرآن، النساء، ۴: ۳۵

....

’’اور اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان مخالفت کا اندیشہ ہو تو تم ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے مقرر کر لو، اگر وہ دونوں صلح کا ارادہ رکھیں تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا، بیشک اللہ خوب جاننے والا خبردار ہے o ‘‘

اگرچہ طلاق کا حق مرد کو دیا گیا مگر اس ذیل میں بھی عورت کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے درج ذیل حقوق عطا کئے گئے:

(۱) مہر کا حق

شریعت میں سب سے اہم حق جو طلاق کے وقت عورت کو دیا گیا ہے وہ مہر ہے، البتہ مباشرت سے قبل طلاق ہونے کی صورت میں آدھا مہر ملتا ہے۔ ارشاد

ربانی ہے:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ـ(۱)

''اگر تم انہیں چھونے سے قبل طلاق دو اور اُن کے لئے مہر مقرر کیا ہو تو مقرر کئے ہوئے مہر کا آدھا اُنہیں دو''۔

اسی طرح عورت کو خرچ و سامان دینا ہے، شریعت اسلامیہ نے عورت کے لئے جب اسے طلاق دی جائے خرچ و سامان دینے کا حکم دیا ہے۔ امام احمد کا مسلک ہے کہ ہر قسم کی مطلقہ کے لئے یہ حق ہے اور یہ ہر ایک کے لئے واجب ہے یہی قول حضرت علی ﷺ، حسن بصری، سعید بن جبیر، ابو قلابہ زہریؒ وغیرہ کا ہے، اُن کی دلیل یہ آیت ہے:

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ○(۲)

''اور طلاق یافتہ عورتوں کو بھی مناسب طریقے سے خرچ دیا جائے یہ پرہیز گاروں پر واجب ہے ○''

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۲۳۷

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۴۱

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○(۱)

''اے نبیؐ (مکرم!) اپنی ازواج سے فرما دیں کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت و آرائش کی خواہش مند ہو تو آؤ میں تمہیں مال و متاع دے دوں اور تمہیں حسنِ

سلوک کے ساتھ رخصت کر دوں ○''

(۲) میراث کا حق

اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ طلاق کے بعد وہ جب تک عدت میں ہے، اگر اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کے ترکہ سے میراث ملے گی، جس طرح غیر مطلقہ بیوی کو ملتی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جب تک اس نے شادی نہ کی ہو، عدت کے بعد بھی میراث میں حصہ ملے گا۔ یہی قول کئی صحابہ سے بھی مروی ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ چاہے اس کا طلاق دیتے وقت شوہر بیمار ہو یا نہ ہو، وہ اس لئے کہ شوہر کو ابھی اسے روکنے کا اور رجوع کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے اور وہ بھی اس کی مرضی سے، ولی اور گواہوں کی موجودگی کے بغیر اور بلا کسی نئے مہر کے۔

(۳) حضانت کا حق

بچے کی تربیت اور اس کے معاملات کی دیکھ بھال کے لئے اس کی نگرانی حضانت کہلاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے بچے کی حضانت کا حق اس کی ماں کو عطا کیا۔ ماں کے بعد بچے کی حضانت کا حق اس کی ماں کی ماں کو اور پھر باپ پھر باپ کی ماں کو حاصل ہے۔ بچے کی حضانت کی سب سے زیادہ حقدار اُس کی ماں ہے، درج ذیل حدیث سے ثابت ہے:

----

(۱) القرآن، الأحزاب، ۳۳: ۲۸

عن عبد الله بن عمرو ان امراة قالت يا رسول الله ان ابنی هذا كان بطنی له وعاء وثديی له سقاء و حجری له حواء و ان اباه طلقنی و اراد ان ينتزعه منی ۔ فقال رسول الله ﷺ: انت احق به

ما لم تنکحی ۔[1]

”عبداللہ ابن عمرو سے روایت ہے کہ ایک عورت نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، یارسول اللہ یہ میرا بچہ ہے میرا پیٹ اس کا برتن تھا، میرے پستان اس کے مشکیزے اور میری گود اس کی آرام گاہ، اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی زیادہ مستحق تو ہے، جب تک تو نکاح نہ کرلے۔“

۵۔ عورت کے معاشی حقوق

(ا) وراثت کا حق

اسلام نے عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق عطا کرتے ہوئے وراثت کا حق بھی عطا کیا ہے ۔ ارشاد ربانی ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ○[1]

(ا) ۱۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الطلاق، باب من أحق بالولد، ۲: ۲۸۳، رقم: ۲۲۷۶

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۸۲

۳۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۲۲۵، رقم: ۲۸۳۰

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۴

”ماں باپ اور رشتے داروں کے ترکے میں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ لڑکوں کا حصہ ہے اور ماں باپ اور رشتے داروں کے ترکے میں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ لڑکیوں

کا بھی حصہ ہے اور یہ حصے خدا کی طرف سے مقررہ ہیں ○''

یعنی اُصولی طور پر لڑکا اور لڑکی دونوں وراثت میں اپنا اپنا مقررہ حصہ لینے کے حقدار ہیں اور کوئی شخص انہیں ان کے اس حق سے محروم نہیں کر سکتا۔

(۲) والدین کے مالِ وراثت میں حق

قرآن حکیم نے اولاد کے حق وراثت کا تعین کرتے ہوئے بھی خواتین کا حق وراثت بالتفصیل بیان کیا ہے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ ۔(۲)

''تمہاری اولاد سے متعلق اللہ کا یہ تاکیدی حکم ہے کہ ترکے میں لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے۔ اگر اکیلی لڑکی ہو تو اسے آدھا ترکہ ملے گا اور (میت کے) ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا بشرطیکہ وہ اپنے پیچھے اولاد بھی چھوڑے، اگر اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور وارث ماں باپ ہی ہوں تو ماں کے لئے ایک تہائی (ماں باپ کے ساتھ) بھائی بہن بھی ہوں تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہوگا۔''

----

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۷

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۱۱

اس آیہ مبارکہ میں یہ امر قابلِ غور ہے کہ تقسیم کی اکائی لڑکی کا حصہ قرار دیا

۲۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الفرائض، باب ماجاء فی المیراث، ۳: ۱۲۰، رقم: ۲۸۹۱

----

(۳) اگر اولاد میں صرف ایک لڑکی ہو تو اسے ترکے کا نصف ملے گا اور باقی نصف دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم ہوگا۔

(۴) اگر اولاد کے ساتھ میت کے ماں باپ بھی زندہ ہوں تو پہلے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی دو تہائی مندرجہ بالا شرح سے اولاد کو ملے گا۔

(۵) اگر متوفی کے اولاد کوئی نہ ہو صرف ماں باپ ہوں، تو اس صورت میں ترکے کا تہائی ماں کو اور باقی باپ کو ملے گا۔

(۶) آخری صورت یہ بیان کی کہ اگر متوفی کے ورثا میں ماں باپ کے ساتھ بھائی بہن بھی ہوں، تو ماں کا حصہ چھٹا ہوگا۔

ممکن تھا کہ کوئی شخص ماں باپ کو اولاد کا وارث قرار دینے پر اعتراض کرتا، کیونکہ اس سے پہلے دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اولاد ہی وارث قرار دی گئی تھی۔ اس لئے فرمایا:

اٰبَاؤُکُمْ وَ اَبْنَاؤُکُمْ لَاتَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا فَرِیْضَةً مِّنَ اللهِ اِنَّ اللهَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ○[1]

''تمہارے باپ دادا (بھی ہیں) اور اولاد بھی، لیکن تم نہیں جانتے کہ ان میں سے نفع رسانی کے لحاظ سے کون تمہارے زیادہ قریب ہے۔ (یہ حصے) اللہ نے مقرر کئے ہیں۔ بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ○''

یعنی یہ اعتراض کہ باپ دادا کیوں وارث بنائے گئے نادانی کی بات ہے۔ اس حکم کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ انسان کے لئے اوپر کے رشتے دار زیادہ

اچھے ہیں یا نیچے کے۔ ہماری فلاح اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے میں ہی مضمر ہے۔

----

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۱

----

(۳) شوہر کے مالِ وراثت میں حق

قرآن حکیم نے شوہر یا بیوی میں سے کسی کے بھی انتقال کی صورت میں اس کے مال وراثت میں سے دوسرے فریق کا حصہ بالتفصیل بیان کیا ہے۔ بیوی کے انتقال کی صورت میں خاوند کا حصہ بیان کرتے ہوئے کہا:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصِيْنَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ۔[۱]

”تمہاری بیویوں کے ترکے میں سے تمہارے لئے نصف ہے، اگر ان کے کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر ان کے اولاد ہو تو تمہارے لئے اُنہوں نے جو ترکہ چھوڑا ہے اس کا ایک چوتھائی ہے (یہ تقسیم) ان کی وصیت (کی تعمیل) اور ان کے قرض (کی ادائیگی) کے بعد ہوگی۔“

اور شوہر کی وفات کی صورت میں بتایا:

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ۔[۲]

”اور تمہارے ترکے میں سے تمہاری بیویوں کا ایک چوتھائی حصہ ہے۔ اگر تمہارے کوئی اولاد نہیں۔ اگر تمہاری اولاد بھی ہو تو تمہارے ترکے میں سے ان کا حصہ آٹھواں ہے۔ (یہ تقسیم) تمہاری وصیت کی تعمیل اور تمہارے قرض (کی ادئیگی) کے بعد ہوگی۔“

(۴) کلالہ کے مالِ وراثت میں حق

کلالہ اس میت کو کہتے ہیں جس کے والدین ہوں نہ اولاد۔ ایسی عورت یا مرد فوت ہو جائے اور اس کے پیچھے نہ اس کا باپ ہو، نہ بیٹا، تو اس کی جائیداد کی تقسیم کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

----

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۲

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۱۲

۱۔ اس کے اعیانی یعنی سگے بھائی بہن ہوں۔

۲۔ علاتی بھائی بہن ہوں، یعنی باپ ایک اور مائیں الگ الگ ہوں۔

۳۔ اخیافی بھائی بہن ہوں، ماں ایک اور باپ علیحدہ علیحدہ ہوں۔

ان تینوں کے احکام الگ الگ ہیں:

(۱) اگر پہلی صورت یعنی سگے بھائی بہن موجود ہیں تو حکم دیا:

یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَۃِ اِنِ امْرُؤٌ ھَلَکَ لَیْسَ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَہٗٓ اُخْتٌ فَلَھَا نِصْفُ مَا تَرَکَ وَھُوَ یَرِثُھَآ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّھَا وَلَدٌ فَاِنْ کَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَھُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَکَ۔[1]

”لوگ آپ سے فتویٰ (یعنی شرعی حکم) دریافت کرتے ہیں۔ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں (بغیر اولاد اور بغیر والدین کے فوت ہونے والے) کلالہ (کی وراثت) کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص فوت ہو جائے جو بے اولاد ہو مگر اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لئے اس (مال) کا آدھا (حصہ) ہے جو اس نے چھوڑا ہے اور (اگر اس کے برعکس بہن کلالہ ہو تو اس کے مرنے کی صورت میں اس کا) بھائی اس (بہن) کا وارث (کامل) ہو گا اگر اس (بہن) کی کوئی

اولاد نہ ہو۔''

ظاہر ہے کہ اگر بہنیں دو سے زیادہ ہوں تو وہ سب اس دو تہائی میں برابر کی شریک ہوں گی۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ علاتی بھائی بہن ہوں، یعنی باپ ایک ہو اور مائیں الگ الگ ہوں تو اس صورت میں حکم دیا:

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۷۶

وَ اِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔[۱]

''اور اگر بہت سے بھائی بہن ہوں تو پھر (تقسیم یوں ہوگی کہ) ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا۔''

یعنی جیسے اولاد کے درمیان ترکے کی تقسیم کا اُصول ہے...... ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر...... وہی یہاں بھی استعمال ہوگا۔

(۳) تیسری اور آخری صورت یہ ہے کہ اخیافی بھائی بہن ہوں یعنی عورت نے ایک خاوند کی وفات کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور دونوں سے اولاد ہو۔ اگر ان میں سے کوئی مر جائے اور کلالہ ہو:

وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ۔[۲]

''اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد اور اس کا ماں کی طرف سے ایک بھائی یا ایک بہن ہو (یعنی

اخیافی بھائی یا بہن) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے پھر اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے (یہ تقسیم بھی) اس وصیت کے بعد (ہوگی) جو (وارثوں کو) نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد۔''

یعنی کلالہ کی وراثت کی تقسیم کے احکام میں بھی عورت کو حق وراثت کا مستحق قرار دیا گیا اور اس کے واضح احکام بیان کئے گئے جن کا خلاصہ ہم درج ذیل پانچ اُصولوں میں بیان کر سکتے ہیں:

---

(۱) القرآن، النساء، ۴:۱۷۶

(۲) القرآن، النساء، ۴:۱۲

---

(۱) جہاں صرف اولاد ہو، اور کوئی دوسرا وارث نہ ہو، اور اولاد میں بھی تمام لڑکے ہوں، تو ترکہ ان لڑکوں میں بحصہ مساوی تقسیم ہوگا۔ لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں تو ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا، اور اسی اُصول پر تمام ترکہ تقسیم ہوگا اگر لڑکا کوئی نہ ہو، صرف ایک لڑکی ہو، تو اسے ترکے کا نصف ملے گا، اور اگر دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں، تو اُنہیں دو تہائی ملے گا۔

(۲) جہاں اولاد ہو یا نہ ہو، لیکن ماں باپ موجود ہوں۔ اگر اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ اور باقی اولاد میں نمبر (۱) کے اُصول پر تقسیم ہوگا۔ اگر اولاد نہ ہو تو ماں کو ایک تہائی اور باقی دو تہائی باپ کو۔

(۳) اولاد نہ ہو، لیکن بھائی بہن ہوں، تو ماں کو ایک تہائی کی جگہ چھٹا حصہ ملے گا۔ یہاں پھر اختلاف ہے کہ ان بھائی بہنوں کو کتنا ملے گا۔ بعض کے نزدیک ماں کو ایک چھٹا حصہ ملے گا، دوسرا چھٹا ان بھائی بہنوں میں تقسیم ہوگا، اور باپ کو حسب سابق

کے تقدس و عظمت کی پاسبانی کرنے والی درج ذیل حکمتوں پر مشتمل ہے:

(۱) عورت کا حصہ تقسیم وراثت کی اکائی ہے

متذکرہ بالا آیت مبارکہ کے الفاظ پر غور تقسیمِ میراث کے بنیادی پیمانے کو واضح کرتا ہے۔ یہاں مرد و عورت کا حصہ وراثت بیان کرتے ہوئے عورت کے حصے کو اکائی قرار دیا گیا کہ ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصوں کے برابر ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ ایک عورت کا حصہ مرد کے نصف حصہ کے برابر ہے۔ بلکہ تقسیم میراث کے نظام میں عورت کے حصہ کو اساس اور بنیاد بنایا گیا اور پھر تمام حصوں کے تعین کے لئے اسے اکائی بنایا گیا۔ گویا میراث کی تقسیم کا سارا نظام عورت ہی کے حصہ کی اکائی کے گرد گھومتا ہے جو در حقیقت عورت کی تکریم و وقار کے اعلان کا مظہر ہے۔

----

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۱، ۱۷۶

----

(۲) میراث میں حصوں کے تعین کی بنیاد جنس نہیں

چونکہ اللہ تعالی نے عورت کی تمام ضروریات کا کفیل مرد کو بنایا ہے اور عورت کو اس ذمہ داری سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ مزید برآں عورت کے لئے روزگار اور معاشی مواقع سے ہر ممکن فائدہ اٹھانے پر کوئی پابندی بھی نہیں لگائی گئی بلکہ عورت کمانے والی بھی ہو تو تب بھی کفالت کی ذمہ داری اس کے شوہر پر ہوگی اور وہ اپنی کمائی خصوصی حق کے طور پر محفوظ رکھ سکتی ہے۔ اگر وہ گھریلو ضروریات کے لئے خرچ کرنا چاہے تو اس کا یہ عمل احسان ہوگا، کیونکہ یہ اس کے فرائض میں شامل نہیں جبکہ مرد کی آمدن چاہے عورت سے کم ہی کیوں نہ ہو پھر بھی کفالت کا ذمہ دار وہی ہوگا۔ اندریں حالات ذمہ داریوں کے تناسب (quantum and proportion of responsiblities) کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک

متوازن، مستحکم اور معاشی عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کرنے کے لئے ضروری تھا کہ مردوں کو وراثت میں زیادہ حصہ دیا جاتا تا کہ وہ اپنے اوپر عائد جملہ عائلی ذمہ داریوں سے بطورِ احسن عہدہ برآ ہو سکیں۔ گویا عورت کا حق وراثت مرد سے نصف نہیں کیا گیا بلکہ مرد کا حقِ وراثت اس کی اضافی ذمہ داریوں کی وجہ سے بڑھا دیا گیا ہے۔ اس طرح مرد اور عورت کی معاشرتی، سماجی اور عائلی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مالی توازن قائم کر دیا گیا ہے۔

(۳) مرد و عورت کی حقِ وراثت میں برابری

اسلام کے قانون وراثت میں جن رشتہ داروں کو وارث قرار دیا گیا ہے وہ تین اقسام پر مشتمل ہیں:

۱۔ ذوی الفروض

۲۔ عصبات

۳۔ ذوی الارحام

ذوی الفروض وہ رشتہ دار ہیں جن کے حصے مقرر کر دیئے گئے ہیں اور ان کے متعلق قرآن حکیم یا احادیث مبارکہ میں واضح احکام موجود ہیں۔ ترکہ کی تقسیم کا آغاز ذوی الفروض سے ہوتا ہے یعنی ترکہ میں سے پہلے ذوی الفروض کو حصہ ملے گا اس کے بعد عصبات اور پھر ذوی الارحام کو۔ ذوی الفروض درج ذیل مردوں اور عورتوں پر مشتمل ہیں:

ذوی الفروض مرد:

۱۔ شوہر

۲۔ باپ

۳۔ اخیافی (ماں کی طرف سے) بھائی

۴۔ جدِ صحیح

ذوی الفروض عورتیں:

۱۔بیوی	۲۔ماں
۳۔بیٹی	۴۔پوتی
۵۔سگی بہن	۶۔علاتی (ماں کی طرف سے) بھائی
۷۔اخیافی بہن	۸۔جدہ صحیحہ

ذوی الفروض کا چار مردوں اور آٹھ عورتوں پر مشتمل ہونا مردوں اور عورتوں کی نفسِ وراثت میں مساوی شرکت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ذوی الفروض میں مردوں کی تعداد سے دوگنا عورتیں شامل کی گئیں اور ان خواتین میں کچھ ایسی بھی ہیں جو شاید براہ راست متوفی کی شرعی کفالت میں نہ آتی ہوں اسکے باوجود یہاں زیادہ عورتوں کو accomodate کیا گیا۔اس طرح فی الحقیقت تقسیمِ وراثت میں عورت اور مرد برابر ہو گئے یعنی قانونِ الٰہی میں عورت کو کسی طور بھی مرد سے کم درجہ نہیں گردانا گیا بلکہ مرد اور عورت کے حصہ وراثت کا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے قانون کے تحت تعین دراصل ان پر عائد ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مناسب معاشی انتظام کا درجہ رکھتا ہے۔

(۴) مرد و عورت کے مساوی حصہ کی نظیر

معاشرے میں بعض مرد و عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن پر عمر رسیدگی یا کسی اور سبب سے مالی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں رہتا یا کم از کم مرد پر عام حالات کی طرح عورت کے مقابلے میں زیادہ بوجھ نہیں ہوتا یعنی وہ دونوں یکساں مالی ذمہ داریوں کے حامل ہو جاتے ہیں۔یہ مقام اس وقت آتا ہے جب مرنے والے کے والدین زندہ ہوں اور اس متوفی کی اولاد بھی ہو، جب اس صاحب اولاد متوفی کی وراثت تقسیم ہوگی تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکہ کا ۱/۶ حصہ ملے گا۔

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ۔ (۱)

ہے۔Roger Cotterrell کے الفاظ میں:

The concept of the legal person or legal subject defines who or what the law will recognize as a being capable of having rights and duties.[1]

''قانونی شخص کا تصور اس بات کی توضیح کرتا ہے کہ بطور ایک شخص کے فرد حقوق اور فرائض کی اہلیت سے بہرہ ور ہے۔''

ایک دوسرا مفکر G. Paton لکھتا ہے:

Legal personality refers to the particular device by which the law creates or recognizes units to which it ascribes certain powers and capacities.[2]

''قانونی شخص کا تصور قانون کو وہ بنیاد فراہم کرتا ہے جس سے قانون مخصوص اختیارات اور قانونی اہلیتوں کے تعین کے لئے بنیاد اخذ کرتا ہے۔''

----

(1) Roger Cotterrell, *The Sociology of Law*, 2nd ed. Butterworths, London, 1992, pp. 123,124.

(2) G.Paton, *Textbook of Jurisprudence*, 4th ed. OUP, London, 1972, p-392.

مغربی قانونی تاریخ میں پچھلی صدی کے آغاز تک عورت کو legal non-person کی حیثیت حاصل رہی تھی۔ عورت کو نہ صرف باقاعدہ

person تسلیم کیا گیا بلکہ مغربی قانونی ساز اداروں (legislatures) کے مختلف قوانین (statutes) میں مذکور "person" یا "man" کے ذیل میں بھی عورت کو کبھی شامل نہیں سمجھا گیا،(۱) چونکہ مغرب میں خواتین کے قانونی شخص کو ہی تسلیم نہیں کیا گیا تھا لہٰذا مردوں کے برابر قانونی حقوق کے حصول کے لئے عورتوں کو سالہا سال تک قانونی تشخص کے حصول کی جنگ لڑنا پڑی۔(۲)

اسلام نے عورت کو قانونی شخص ہونے کا مقام احکام کے اجراء کے ساتھ ہی عطا کر دیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ○ (۳)

''اور نہ کسی مومن مرد کو (یہ) حق حاصل ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) کسی کام کا فیصلہ (یا حکم) فرما دیں تو ان کے لئے اپنے (اس) کام میں (کرنے یا نہ کرنے کا) کوئی اختیار ہو، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں بھٹک گیا○''

---

(1) W. Blackstone, *Commentaries on the Laws of England*, Book I, Chapter 15, p. 442.

(2) Cecilia Morgan, "An Embarrassingly and Severely Masculine Atmosphere: Women, Gender and the Legal Profession at Osgoode Hall, 1920s-1960s" (1996) 11 Canadian Journal of Law and Society 19 at 21.

(۳) القرآن، الأحزاب، ۳۳: ۳۶

اس آیہ مبارکہ میں قانون الٰہی کی اطاعت و معصیت کے باب میں عورت اور مرد کا برابر ذکر کر کے یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے کہ عورت اور مرد کے قانونی تشخص میں کوئی تفریق روا نہیں رکھی جا سکتی۔ قرآن حکیم کی کئی دیگر آیات بھی عورت کے قانونی شخص (legal person) ہونے کی بنیاد فراہم کرتی ہیں:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ط اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی ط فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ م بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ط ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ط فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○[1]

”اے ایمان والو! تم پر ان کے خون کا بدلہ (قصاص) فرض کیا گیا ہے جو ناحق قتل کئے جائیں، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، پھر اگر اس کو (یعنی قاتل کو) اس کے بھائی (یعنی مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ (یعنی قصاص) معاف کر دیا جائے تو چاہیے کہ بھلے دستور کے موافق پیروی کی جائے اور (خون بہا کو) اچھے طریقے سے اس (مقتول کے وارث) تک پہنچا دیا جائے، یہ تمہارے رب کی طرف سے رعایت اور مہربانی ہے، پس جو کوئی اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے ○“

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ

لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝[1]

-----(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۱۷۸

''اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے، پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے زائد تو ان کے لئے اس ترکہ کا دوتہائی حصہ ہے اور اگر وہ اکیلی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے اور مورث کے ماں باپ کے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ (ملے گا) بشرطیکہ مورث کی کوئی اولاد ہو، پھر اگر اس میت (مورث) کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف اس کے ماں باپ ہوں تو اس کی ماں کے لئے تہائی ہے (اور باقی سب باپ کا حصہ ہے)، پھر اگر مورث کے بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے (یہ تقسیم) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوگی) تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ فائدہ پہنچانے میں ان میں سے کون تمہارے قریب تر ہے، یہ (تقسیم) اللہ کی طرف سے فریضہ (یعنی مقرر) ہے بیشک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے ۝''

اسلام کی طرف سے عورت کے قانونی شخص ہونے کا اعتراف ہی اس کے قانونی، سیاسی اور معاشی حقوق کے استحقاق کی بنیاد بنا۔

(۲) گواہی کا حق

گواہی کی تعریف یہ ہے کہ انسان جو دیکھے یا سنے اُسے سچ سچ بیان کر دے۔ گواہی دینا مرد پر لازم ہے اور عورتوں کو اس کا حق دیا گیا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۱

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ط وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ۔ (۱)

''اور گواہی کومت چھپاؤ، جو اسے چھپائے گا اس کا دل گناہ گار ہے۔''

اس طرح ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

خير الشهود من أدى شهادته قبل أن يسألها۔ (۲)

''سب سے اچھے گواہ وہ ہیں جو سوال کیے جانے سے بھی پہلے گواہی دے دیں۔''

اسی طرح ایک اور آیت ہے:

وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ۔ (۳)

''اور بنا لو گواہ دو آدمیوں کو تم میں سے اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ بنانا پسند کرو''۔

اسی طرح یہ آیت ہے:

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۱

وَ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔ (۴)

''دو عادل آدمیوں کو گواہ بنا لو۔''

اسی طرح یہ آیت ہے:

وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ۔[1]

"اور جب خرید وفروخت کروتو گواہ بنالو۔"

وہ مسائل جن میں صرف عورت ہی کی گواہی معتبر ہے

وہ مسائل جن سے مرد آگاہ نہیں ہوسکتے ان میں صرف عورت ہی کی گواہی معتبر ہوگی چاہے گواہی دینے والی ایک ہی عورت ہو:

تجوز شهادة المراة الواحد فيما لا يطلع عليه الرجال۔[2]

"جن امور سے مرد مطلع نہیں ہوسکتے ان میں ایک عورت کی گواہی معتبر ہوگی۔"

تجوز شهادة المرأة الواحدة فی الرضاع۔[3]

"بچے کی رضاعت میں ایک عورت کی گواہی بھی معتبر ہے۔"

و يقبل فی الولادة والبكارة والعيوب بالنساء فی موضعٍ لا يطلع عليه الرجال شهادة امراة واحد۔[4]

"ولادت اور عورتوں کے وہ معاملات جن سے مرد آگاہ نہیں ہوسکتے وہاں ایک عورت کی گواہی قبول کی جائے گی۔"

ہم یہاں ان معاملات اور مسائل کو بیان کریں گے جن میں مردوں کی گواہی معتبر نہیں، بلکہ صرف عورت کی گواہی معتبر ہے ان مسائل میں علماء کا اتفاق ہے اور کوئی اختلافی رائے نہیں پائی جاتی:

----

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۲۸۲

(۲) عبدالرزاق، المصنف، ۷: ۴۸۴، رقم: ۱۳۹۷۸

(۳) عبدالرزاق، المصنف، ۸: ۳۳۵، رقم: ۱۵۴۰۶

ہے۔

----

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الشہادات، باب إذا شہد شاهد، ۲: ۹۳۴، رقم: ۲۴۹۷

اسلام میں عورتوں کے حقوق اور عزت و احترام کے اس تذکرے سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ انسانی تہذیب کے اس مرحلے پر جب عورت کو جانوروں سے بھی بدتر تصور کیا جاتا تھا اور کسی عزت و تکریم کا مستحق نہیں سمجھا جاتا تھا، آپ ﷺ نے عورت کو وہ حقوق عطا فرمائے جس سے اسے تقدس اور احترام پر مبنی سماجی و معاشرتی مقام نصیب ہوا۔ اور آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی یہ صرف اسلام کا عطا کردہ ضابطہ حیات ہے جہاں عورت کو تکریم اور بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کی ضمانت میسر آ سکتی ہے۔

۷۔ عورت کے سیاسی حقوق

(۱) عورت کا ریاستی کردار

اسلام میں عورت کا کردار صرف خاندان یا معاشرے تک ہی محدود نہیں بلکہ اہلیت کی بنیاد پر عورت کو ریاستی سطح پر بھی کردار دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں مسلم معاشرے میں ذمہ داریوں کا تعین کرتے ہوئے مرد و خواتین دونوں کو برابر اہمیت دی گئی۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللهَ وَ رَسُوْلَهٗ ط أُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللهُ ط اِنَّ اللهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (۱)

”اور اہل ایمان مرد اور اہل ایمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں،

وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بجالاتے ہیں، ان لوگوں پر اللہ عنقریب رحم فرمائے گا، بیشک اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے ○"

اس آیت مبارکہ میں خواتین اور مردوں کو ایک دوسرے کا اس طرح مددگار ٹھہرایا گیا ہے کہ:

(الف) سماجی و معاشرتی دائرہ میں معروف کے قیام اور منکر کے خاتمے

(ب) مذہبی دائرہ میں اقامتِ صلوٰۃ

(ج) اقتصادی دائرہ میں نظام زکوٰۃ کے قیام

(د) سیاسی دائرہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی اطاعت کے ذریعے ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل دیں۔

(۲) رائے دہی کا حق

اسلام نے عورت کو ایک مکمل قانونی فرد تسلیم کرتے ہوئے سربراہ کے چناؤ، قانون سازی اور دیگر ریاستی معاملات میں مردوں کے برابر رائے دہی کا حق دیا ہے۔ عورتوں کو حق رائے دہی دینے کی انسانی، معاشرتی اور تہذیبی اہمیت کا اندازہ اس وقت ہی ہوسکتا ہے جب ہم عورت کے اس حق کے عالمی سطح پر اعتراف کی تاریخ کا جائزہ لیں۔ آج کا جدید معاشرہ صدیوں کی جدوجہد اور نسلی و جنسی امتیاز کی کشمکش سے گزرنے کے بعد انسانی رائے کے تقدس کے شعور کی منزل تک پہنچا ہے۔ قبل اس کے کہ صدیوں پہلے عورت کو اسلام کے عطا کردہ حقِ رائے دہی کی تفصیل بیان کی جائے۔ انسانی تکریم و تقدیس کے پیش نظر ہم جدید دنیا میں عورت کے حق رائے دہی کے اعتراف کی تاریخ کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں:

(۱) برطانیہ میں عورت کا حقِ رائے دہی

برطانیہ میں عورت کے حق رائے دہی کے لیے جدوجہد کا آغاز 1897ء میں Millicent Fawcett نے National Union of Women's Sufferage کے قیام سے کیا۔ یہ تحریک اس وقت زیادہ زور پکڑ گئی جب 1903ء میں Emmeline Pankhurst نے Women's Social and Political Union بنائی اور یہ یونین بعد میں Suffragettes کے نام سے مشہور ہوئی۔

برطانیہ کے House of Commons نے 1918ء میں 55 کے مقابلہ میں 385 ووٹوں کی اکثریت سے Representation of People Act پاس کیا جس کے مطابق 30 سال سے زائد عمر کی خواتین کو ووٹ ڈالنے کا حق دیا گیا۔ اگرچہ یہ خواتین کے حق رائے دہی کے اعتراف کا نقطۂ آغاز تھا مگر ابھی عورتوں کو مردوں کے برابر مقام نہیں دیا گیا تھا کیونکہ عام مردوں کے لیے حق رائے دہی کی اہلیت 21 سال اور مسلح افواج کے لئے 19 سال تھی۔

(۲) امریکہ میں عورت کا حقِ رائے دہی

امریکہ میں 4 جولائی 1776ء کا اعلان آزادی (The Declaration of Indepedence) جدید جمہوری معاشرے کے قیام کی خشتِ اول سمجھا جاتا ہے مگر اس میں بھی عورت کو بنیادی انسانی حقوق کے قابل نہیں سمجھا گیا۔

Richard N. Current کے مطابق نو آبادیاتی معاشرے کی عورت ہر طرح کے حق سے محروم تھی:۔

In colonial society...a married woman had had virtually no rights at all.... The Revolution did little

to change [this].[1]

”نوآبادیاتی معاشرے میں ایک شادی شدہ عورت کے کوئی حقوق نہ تھے اور نہ ہی انقلاب آزادی سے اس میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی۔“

اسی طرح جب جیفرسن (Jefferson) نے اعلان آزادی میں The people کا لفظ استعمال کیا تو اس سے مراد صرف سفید فام آزاد مرد تھے۔[۲]

اور آج دو صدیوں بعد بھی امریکہ میں عورت مساوی آزادی و مساوات کے لیے مصروف جدوجہد ہے،[1] کیونکہ:

The Declaration...refers to "men" or "him," not to women.[2]

جان بلم کے الفاظ میں:

[Early American men] would not accept them as equals.[3]

یہی وجہ ہے کہ 1848ء میں Seneca Falls میں ہونے والے تاریخی New York Women's Right Convention کے لیے Declaration of Sentiments لکھتے ہوئے Elizabeth Cady Stanton نے اس بات پر زور دیا کہ اعلان آزادی میں عورت کے نجی اور عمومی مطالبے بھی شامل کیے جائیں۔[۴]

انیسویں صدی کی امریکہ کی عورتوں کے حقوق کی علم بردار Susan B. Anthony کو 1872ء میں صدارتی الیکشن میں ووٹ ڈالنے پر گرفتار کرلیا گیا اور ایک سو ڈالر کا جرمانہ کیا گیا کیونکہ اسے قانونی طور پر حق رائے دہی حاصل نہیں

domestic tranquillity, provide for the common defense, promote the general welfare, and secure the blessings of liberty to ourselves and our posterity, do ordain and establish this Constitution for the United States of America.

''ہم متحدہ ریاستوں کے عوام ریاستہائے متحدہ امریکہ کے آئین کی تشکیل اور نفاذ کرتے ہیں تاکہ زیادہ مکمل یونین تشکیل دی جاسکے، انصاف قائم ہو، داخلی امن و استحکام یقینی بنایا جائے، مشترکہ دفاع مہیا ہو، فلاح عامہ کا فروغ ہو اور اپنے لیے اور آنے والی نسلوں کے لیے آزادی کی نعمت کا تحفظ کیا جائے۔''

4 جون 1919ء کو امریکی کانگرس اور سینٹ نے امریکی آئین کا 19واں ترمیمی بل منظور کیا جس میں یہ قرار پایا:

Article IXX: "The right of citizens of the United States to vote shall not be denied or abridged by the United States or by any State on account of sex."

''آرٹیکل 19: کوئی ریاست یا متحدہ ریاستیں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے شہریوں کا حق رائے دہی جنس کی بنیاد پر ختم نہیں کریں گی۔''

امریکہ میں خواتین کو ۱۹۲۰ء تک رائے دہی کا حق حاصل نہ تھا، جب انیسویں آئینی ترمیم منظور ہوئی جس کے تحت یہ حق دیا گیا۔

(۳) فرانس میں عورت کا حقِ رائے دہی

7 فروری 1848ء میں فرانس کی عبوری حکومت نے نئی جمہوریہ کے لیے درج ذیل تین حقوق کا لازمی اعتراف کیا:

ا۔ عمومی حق رائے دہی (Universal Sufferage)

۲۔تعلیم (Education)

۳۔روزگار (Employment)

مگر اس کے باوجود مساوی آئینی مقام حاصل کرنے کے لیے عورتوں کو کم و بیش 100 سال جدوجہد کرنا پڑی تا آنکہ 1944 میں عورتوں کو حق رائے دہی دیا گیا۔

(۴) آسٹریلیا میں عورت کا حقِ رائے دہی

آسٹریلیا میں ملک گیر سطح پر خواتین کو رائے دہی کا حق 1926ء میں دیا گیا جبکہ آسٹریلوی پارلیمنٹ کے انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے والی پہلی خاتون Edith Cowan تھی جو مغربی آسٹریلیا کی قانون ساز اسمبلی کی 1921ء میں رکن منتخب ہوئی۔ آسٹریلیا میں خواتین کو بتدریج حق رائے دہی ملنے کی تاریخ درج ذیل ہے:

آسٹریلیا میں عورتوں کے سیاسی حقوق:

State	Right to Vote	Right To Sit	First Woman Elected
South Australia	1894	1894	1959
Western Australia	1899	1920	1921
Commonwealth	1902	1902	1943
New South Wales	1902	1918 LA 1926 LC	1925 LA 1931 LC
Tasmania	1903	1921	1948
Queensland	1905	1918	1929

Victoria	1908	1923	1933

عورتوں کو سب سے پہلے حق رائے دہی دینے والا ملک نیوزی لینڈ تھا جس نے 1893ء میں یہ حق تفویض کیا۔

(۵) دیگر ممالک میں خواتین کے سیاسی حقوق:

Country	Right to Vote	Right to Sit	First Woman Elected
New Zealand	1893	1919	1933
Australia	1902	1902	1943
Finland	1906	1906	1907
Norway	1907/1913	1907/1913	1936
Denmark	1915	1915	1918
UK	1918/1928	1918	1918
Germany	1918	1918	1919
Czechoslovakia	1918	1918	1920
Austria	1919	1919	1919
Canada	1919	1919	1921
Netherlands	1919	1917	1918

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہے کہ آج کی جدید دنیا میں عورت کو حق رائے دہی طویل جدوجہد کے بعد بیسویں صدی میں حاصل ہو سکا جس کی مزید تائید دنیا کے ۱۴۴ ممالک میں عورت کو ملنے والے حق رائے دہی کی درج ذیل تفصیل سے ہوتی ہے:

HDI Rank	Country	Year women received right to vote
1	Norway	1907, 1913
2	Iceland	1915
3	Sweden	1861,1921
4	Australia	1902, 1962
5	Netherlands	1919
6	Belgium	1919, 1948
7	United States	1920, 1960
8	Canada	1917, 1950
9	Japan	1945, 1947
10	Switzerland	1971
11	Denmark	1915
12	Ireland	1918, 1928
13	United Kingdom	1918, 1928
14	Finland	1906
15	Luxembourg	1919
16	Austria	1918
17	France	1944
18	Germany	1918
19	Spain	1931
20	New Zealand	1893
21	Italy	1945
22	Israel	1948
23	Portugal	1931, 1976
24	Greece	1927, 1952
25	Cyprus	1960

26	Barbados	1950
27	Singapore	1947
28	Slovenia	1945
29	Korea, Rep. of	1948
30	Czech Republic	1920
31	Malta	1947
32	Argentina	1947
33	Poland	1918
34	Seychelles	1948
35	Hungary	1918
36	Slovakia	1920
37	Uruguay	1932
38	Estonia	1918
39	Costa Rica	1949
40	Chile	1931, 1949
41	Lithuania	1921
42	Croatia	1945
43	Bahamas	1961, 1964
44	Latvia	1918
45	Saint Kitts and Nevis	1951
46	Cuba	1934
47	Belarus	1919
48	Trinidad and Tobago	1946

49	Mexico	1947
50	Antigua and Barbuda	1951
51	Bulgaria	1937
52	Panama	1941, 1946
53	Macedonia, TFYR	1946
54	Libyan Arab Jamahiriya	1964
55	Mauritius	1956
56	Russian Federation	1918
57	Colombia	1954
58	Brazil	1934
59	Belize	1954
60	Dominica	1951
61	Venezuela	1946
62	Samoa (Western)	1990
63	Saint Lucia	1924
64	Romania	1929, 1946
65	Thailand	1932
66	Ukraine	1919
67	Suriname	1948
68	Jamaica	1944

69	St. Vincent & Grenadres	1951
70	Fiji	1963
71	Peru	1955
72	Paraguay	1961
73	Philippines	1937
74	Maldives	1932
75	Turkmenistan	1927
76	Georgia	1918, 1921
77	Guyana	1953
78	Grenada	1951
79	Dominican Republic	1942
80	Albania	1920
81	Ecuador	1929, 1967
82	Sri Lanka	1931
83	Armenia	1921
84	Cape Verde	1975
85	China	1949
86	El Salvador	1939
87	Algeria	1962
88	Moldova, Rep. of	1978, 1993
89	Viet Nam	1946

90	South Africa	1930, 1994
91	Bolivia	1938, 1952
92	Honduras	1955
93	Equatorial Guinea	1963
94	Mongolia	1924
95	Gabon	1956
96	Guatemala	1946
97	Nicaragua	1955
98	Solomon Islands	1974
99	Namibia	1989
100	Botswana	1965
101	India	1950
102	Vanuatu	1975, 1980
103	Ghana	1954
104	Cambodia	1955
105	Myanmar	1935
106	Papua New Guinea	1964
107	Swaziland	1968
108	Comoros	1956
109	Lao People's Dem. Rep.	1958
110	Bhutan	1953
111	Lesotho	1965
112	Congo	1963

113	Togo	1945
114	Cameroon	1946
115	Nepal	1951
116	Zimbabwe	1957
117	Kenya	1919, 1963
118	Uganda	1962
119	Madagascar	1959
120	Haiti	1950
121	Gambia	1960
122	Nigeria	1958
123	Djibouti	1946
124	Eritrea	1955
125	Senegal	1945
126	Guinea	1958
127	Rwanda	1961
128	Benin	1956
129	Tanzania, U. Rep. of	1959
130	Côte d'Ivoire	1952
131	Malawi	1961
132	Zambia	1962
133	Angola	1975
134	Chad	1958
135	Guinea-Bissau	1977
136	Congo, Dem. Rep. of the	1967

137	Central African Republic	1986
138	Ethiopia	1955
139	Mozambique	1975
140	Burundi	1961
141	Mali	1956
142	Burkina Faso	1958
143	Niger	1948
144	Sierra Leone	1961

Notes:

1. Data refer to the year in which right to vote or stand for election on a universal and equal basis was recognized. Where two years are shown, the first refers to the first partial recognition of the right to vote or stand for election.

Source:

IPU (Inter-Parliamentary Union). 1995. Women in Parliaments 1945-1995: A World Statistical Survey. Geneva and IPU (Inter-Parliamentary Union). 2003. Correspondence on year women received the right to vote and to stand for election and year first woman was elected or appointed to parliament. March. Geneva.

ریاستِ مدینہ میں حقِ رائے دہی

ریاستِ مدینہ کے مقام کے ساتھ ہی حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی سنت مبارکہ سے عورت کے حقِ رائے دہی کو قانونی بنیاد فراہم فرمائی۔ آپ ﷺ کی اسی سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے خلفائے راشدین نے اپنے ادوار میں خواتین کی رائے کی ریاستی معاملات میں شمولیت یقینی بنائی۔ حضور نبی اکرم ﷺ اسلام میں داخل ہونے والے مردوں سے جس طرح بیعت لیتے تھے اسی طرح عورتوں سے بھی بیعت لیتے تھے۔ قرآن حکیم عورتوں کی بیعت سے متعلق فرماتا ہے:

يَـاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَکَ الْـمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا يُشْرِکْنَ بِـاللهِ شَيْـئًا وَّلَا يَسْـرِقْنَ وَلَا يَـزْنِيْـنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَـانٍ يَّـفْتَـرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَکَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللهَ ط اِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○[1]

’’اے نبی! جب آپ کی خدمت میں مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور چوری نہیں کریں گی اور بدکاری نہیں کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے کوئی جھوٹا بہتان گھڑ کر نہیں لائیں گی (یعنی اپنے شوہر کو دھوکہ دیتے ہوئے کسی غیر کے بچے کو اپنے پیٹ سے جنا ہوا نہیں بتائیں گی) اور (کسی بھی) امرِ شریعت میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، تو آپ اُن سے بیعت لے لیا کریں اور اُن کے لیے اللہ سے بخشش طلب فرمائیں، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے ○‘‘

اسی طرح مختلف احادیث میں ہے کہ صحابیات حضور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتیں:

----

(۱) القرآن، الممتحنه، ۶۰: ۱۲

Milton C. Cummings and David Wise, (1)

Democracy Under Pressure

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

أن رسول الله ﷺ كان يمتحن من هاجر إليه من المؤمنات بهذه الآية بقول الله: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ يُبَايِعْنَكَ﴾ ...... إلى قوله ...... ﴿غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ قال عروة: قالت عائشة: فمن أقر بهذا الشرط من المؤمنات، قال لها رسول الله ﷺ: قد بايعتك۔ كلاما، ولا والله ما مست يده يد امرأة قط في المبايعة، ما يبايعهن إلا بقوله: قد بايعتك على ذلك۔(1)

''جو مسلمان عورتیں آپ ﷺ کی طرف ہجرت کر کے آتیں تو آپ ﷺ آیت ﴿اے نبی! جب آپ کی خدمت میں مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوں﴾...... تا ...... ﴿بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے﴾ کے مطابق اُن کا امتحان لیا کرتے۔ عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ جو مسلمان عورتیں ان شرائط کا اقرار کرتیں تو رسول اللہ ﷺ ان عورتوں سے فرمادیا کرتے کہ میں نے تمہیں بیعت کر لیا۔

----

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب إذا جاءکم المؤمنات، ۴: ۱۸۵۶، رقم: ۴۶۰۹

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الطلاق، باب إذا اسلمت المشرکۃ، ۵: ۲۰۲۵، ۲۰۲۶، رقم: ۴۹۸۳

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۷۰

۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴: ۲۷۲، رقم: ۴۱۷۳

۵۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۳۲۷، رقم: ۵۴۱

۶۔ ابن مندہ، الایمان، ۲: ۵۲۸، رقم: ۴۹۴

۷۔ ابن مندہ، الایمان، ۲: ۵۲۸، رقم: ۴۹۴

۸۔ مبارک پوری، تحفۃ الاحوذی، ۹: ۱۴۳، ۱۴۴

اور خدا کی قسم، بیعت کرتے وقت آپ ﷺ کے دست مبارک نے کسی عورت کا ہاتھ قطعاً نہیں چھوا۔ آپ ﷺ کا عورتوں کو بیعت کرنا صرف زبانی کلامی ہوتا کہ فرما دیتے کہ میں نے تمہیں فلاں بات پر بیعت کر لیا ہے۔''

۲۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

بایعنا النبی ﷺ، فقرأ علینا: ﴿أَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللهِ شَیْئًا﴾ و نهانا عن النیاحة، فقبضت امرأة منا یدها، فقالت: فلانة أسعدتنی، و أنا أرید أن أجزیها، فلم یقل شیئا، فذهبت ثم رجعت، فما وفت امرأة إلا أم سلیم، و أم العلاء، و ابنة أبی سبرة امرأة معاذ، أو ابنة أبی سبرة، و امرأة معاذ۔[1]

''ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ سے بیعت کی تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ''اور تم اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھہرانا'' اور ہمیں نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ ہم میں سے ایک عورت نے اپنا ہاتھ روک لیا اور عرض گزار ہوئی کہ فلاں عورت نے نوحہ کرنے میں میری مدد کی تھی اور میں اس کا بدلہ اتارنا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے کچھ نہ فرمایا، وہ چلی گئی اور پھر لوٹ کر آئی۔ یہ باتیں ام سلیم، ام العلاء، ابوسبرہ کی صاحبزادی اور معاذ کی بیوی کے سوا دیگر عورتوں سے پوری

طرح نبھائی نہ جاسکیں۔"

----

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاحکام، باب بیعۃ النساء، ۲۶۳۷:۶، رقم: ۶۷۸۹

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۲۲

۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۶۳۸

۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۳۵۴

آپ ﷺ کی اس سنت مبارکہ پر عمل خلافت راشدہ کے دور میں بھی جاری رہا اور رائے دہی کے معاملات میں خواتین کو بھرپور شمولیت دی گئی۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد جانشین کے انتخاب کے لئے چھ رکنی کمیٹی تشکیل دی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو چیف الیکشن کمشنر نامزد کر دیا گیا۔ انہوں نے استصواب عام کے ذریعے مسلسل تین دن گھر گھر جا کر لوگوں کی آراء معلوم کیں جن کے مطابق بھاری اکثریت نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائے جانے کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس الیکشن میں خواتین بھی شامل ہوئیں اور تاریخ میں پہلی بار ایسی مثال قائم کی گئی (۱)، جبکہ آج کے دور دور میں ہم سیاسی معاملات میں عورت کی شمولیت کا سہرا مغرب کے سر رکھتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے آج سے چودہ سو سال قبل عورت کو رائے حق دہی کا حق عطا کیا۔

(۳) مقنّنہ (parliament) میں نمائندگی کا حق

حضور نبی اکرم ﷺ کے عطا کردہ زریں جمہوری اصولوں پر خلفائے راشدین بھی کاربند رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مختلف ریاستی معاملات میں

خواتین سے مشاورت کی۔ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کے مسائل سے آگہی کے لئے گھوم رہے تھے کہ ایک گھر سے آپ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے اشعار سنے جس میں وہ اپنے شوہر کی جدائی کا ذکر کر رہی تھی۔ جس کا شوہر جہاد پر جانے کی وجہ سے کافی عرصہ سے گھر سے دور تھا۔ اس معاملہ نے آپ کو پریشان کر دیا اور آپ نے واپس آتے ہی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے اس پر مشاورت کی اور ان کے مشورہ سے مجاہدین کے گھر سے دور رہنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چار ماہ مقرر فرمائی۔[1]

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاحکام، باب بیعۃ النساء، ۶:۲۶۳۷، رقم: ۶۷۸۹

۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۴: ۲۲

۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۲۳۸

۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۳۵۴

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نظام خلافت کی تفاصیل سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی مجلس شوریٰ میں خواتین کو بھی نمائندگی حاصل تھی۔ ایک موقع پر جب آپ نے مجلس شوریٰ سے عورتوں کے مہر کی مقدار متعین کرنے پر رائے لی تو مجلس شوریٰ میں موجود ایک عورت نے کہا آپ کو اس کا حق اور اختیار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنْ اَرَدْ تُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝[2]

”اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو۔ کیا تم ظلم و دہشت کے

کے لئے کوئی جگہ نہیں اور مرد و زن کو یکساں حقوق حاصل ہیں۔

ثانیاً اس واقعہ سے اسلامی ریاست کے آئینی و قانونی معاملات چلانے کے بارے میں بھی ہدایات ملتی ہیں، اسلامی ریاست میں بل پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور پھر ہر رکن پارلیمنٹ اس کے بارے میں اپنی رائے دیتا ہے۔ اگر مخالفت میں دلائل ٹھوس اور مضبوط ہوں تو بل واپس بھی لیا جاتا ہے ورنہ باہمی اتفاق رائے سے وہ بل قانون بنا دیا جاتا ہے، اور دورِ جدید میں یہی طریقہ کار جمہوریت کہلاتا ہے۔

(۴) عورت بطور سیاسی مشیر

اسلام سے قبل خواتین کو کسی بھی سماجی یا سیاسی کردار کا اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کو سماجی و معاشرتی زندگی میں پروقار عطا کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی سنت مبارکہ سے خواتین سے مشاورت کی تعلیم دی۔ آغازِ نبوت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کردار اس کی واضح نظیر ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفار مکہ سے معاہدہ کے بعد ظاہری صورت حال کے پیش نظر مغموم تھے، آپ ﷺ نے جب انہیں ارشاد فرمایا:

قوموا فانحروا ثم احلقوا۔[1]

------ (۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد، ۲: ۹۷۸، رقم: ۲۵۸۱

''کھڑے ہو جاؤ اور قربانی کرو اور بال کٹواؤ۔''

تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔ اس پر آپ ﷺ اپنی قیام گاہ پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور ان سے مشورہ کیا تو حضرت ام سلمہ نے آپ ﷺ کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:

یا نبی اللہ: اتحب ذلک ...... اخرج الیھم ثم لا تکلم احدا منھم کلمة حتی تنحر بدنک، و تدعو حالقک، فیحلقک فخرج، فلم یکلم احدا منھم حتی فعل ذلک ...... نحر بدنه و دعا حالقه فحلقه، فلما رأوا ذلک قاموا فنحروا، و جعل بعضھم یحلق بعض حتی کاد بعضھم یقتل بعض غما۔ (1)

۲۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الجھاد، باب فی صلح العدو، ۳:۸۵، رقم: ۲۷۶۵

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۳۰

۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۳۴۰، رقم: ۹۷۲۰

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۳۸۹، رقم: ۳۶۸۵۵

۶۔ ابن جارود، المنتقیٰ: ۱۳۳، رقم: ۵۰۵

۷۔ بیہقی، السنن الکبری، ۵: ۲۱۵

۸۔ بیہقی، السنن الکبری، ۹: ۲۲۰

۹۔ طبرانی، المعجم، الکبیر، ۲۰: ۱۴، رقم: ۱۳

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد، ۲: ۹۷۸، رقم: ۲۵۸۱

۲۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۳۴۰، رقم: ۹۷۲۰

۳۔ طبری، تاریخ الامم و الملوک، ۲: ۶۳۷

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱: ۲۲۵، رقم: ۴۸۷۲

۵۔ ابن حزم، الاحکام، ۴: ۴۴۷

"اے نبی اللہ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کے حسب حکم قربانی کریں اور سرمنڈوائیں...... (تو پھر) آپ ﷺ ان کی طرف تشریف لے جائیں اور ان میں سے کسی سے بھی گفتگو نہ کریں بلکہ اپنی قربانی کا جانور ذبح فرمائیں۔ اور حجام کو بلائیں جو آپ ﷺ کے بال کاٹے گا۔ اس پر آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے کسی سے کلام نہ فرمایا بلکہ اسی طرح کیا یعنی قربانی کا جانور ذبح کیا اور حجام کو بلایا جس نے آپ ﷺ کے بال کاٹے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور قربانی کرنے لگے اور ایک دوسرے کے بال بنانے لگے۔ حالانکہ ان کی شدت غم کا یہ عالم تھا کہ گویا ایک دوسرے کو (اس غم سے) قتل کر دیتے۔"

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کرنا صائبۃ الرائے خواتین سے مشاورت کا اصول بیان کرتا ہے۔ (1)

آپ ﷺ کی اس تعلیم پر خلفائے راشدین بھی عمل پیرا رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عسکری خدمات انجام دینے والے افراد کے گھر سے باہر رہنے کی مدت کا تعین ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ سے کیا۔

(۵) انتظامی ذمہ داریوں پر تقرری کا حق

مسلم معاشرے میں خواتین کو صرف مجلس شوریٰ کی رکنیت کا حق ہی حاصل نہیں تھا بلکہ وہ مختلف انتظامی ذمہ داریوں پر بھی فائز رہیں مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شفا بنت عبداللہ عدویہ کو بازار کا نگران مقرر کیا تھا۔ وہ قضاء الحسبہ (Accountability Court) اور قضاء سوق (Market Administration) کی ذمہ دار تھیں۔

شفا بڑی سمجھ دار اور باصلاحیت خاتون تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی رائے کو مقدم رکھتے تھے اور پسند فرمایا کرتے تھے اور دوسروں پر فضیلت دیتے تھے۔ (1)

حضرت سمراء بنت نہیک اسدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کا زمانہ مبارک پایا تھا اور کافی عمر رسیدہ تھیں۔ وہ جب بازار میں سے گزرتیں تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی تھیں۔ ان کے پاس ایک کوڑا تھا جس سے ان لوگوں کو مارتی تھیں جو کسی برے کام میں مشغول ہوتے۔ (۲)

(۶) سفارتی مناصب پر فائز ہونے کا حق

ریاستی معاملات میں عورت کے کردار پر اسلام کے اعتماد کا نتیجہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ۲۸ھ میں حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کو ملکہ روم کے دربار میں سفارتی مشن پر بھیجا۔

بعثت أم كلثوم بنت عليّ بن أبي طالب إلى ملكة الروم بطيب و مشارب واحفاش من احفاش النساء ...... وجاءت امرأة هرقل و جمعت نساءها و قالت: هذه هدية امرأة ملك العرب و بنت نبيهم۔ (۳)

”حضرت اُم کلثوم بنت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہما کو روم کی ملکہ کی طرف خوشبو، مشروبات اور عورتوں کے سامان رکھنے کے صندوقچے دے کر بھیجا گیا۔ ...... آپ کے اِستقبال کے لیے ہرقل کی زوجہ آئی اور اس نے (روم کی) خواتین کو جمع کیا اور کہا: یہ تحفے عرب کے بادشاہ کی بیوی اور ان کے نبی کی بیٹی لے کر آئی ہیں۔“

----

(۱) ۱۔ ابن حزم، المحلی، ۹: ۴۲۹

۲۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ، ۴: ۳۴۱

(۲) ابن عبدالبر، الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ، ۴: ۳۳۵

(۳) طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۰۱

اس طرح آپ نے سفارتی مناصب پر عورتوں کی تقرری کی نظیر قائم فرمائی۔

(۷) ریاست کی دفاعی ذمہ داریوں میں نمائندگی کا حق

حضور نبی اکرم ﷺ کے دورِ مبارک میں عورتیں جہاد میں برابر حصہ لیتی تھیں۔ آپ ﷺ نے عورتوں کو جہاد میں حصہ لینے کی حوصلہ افزائی فرمائی، عورتوں کی یہ حیثیت اسلامی معاشرے میں ان کے فعال کردار اور نمایاں مقام کا مظہر ہے:

عن انس قال: دخل رسول اللہ ﷺ علی ابنۃ ملحان فاتکأ عندھا، ثم ضحک، فقالت: لم تضحک یا رسول اللہ؟ فقال: ناس من امتی یرکبون البحر الأخضر فی سبیل اللہ، مثلھم مثل الملوک علی الاسرۃ۔ فقالت: یا رسول اللہ، ادع اللہ ان یجعلنی منھم۔ قال: اللھم اجعلھا منھم، ثم عاد فضحک فقالت لہ مثل أو مِمَّ ذلک؟ فقال لھا مثل ذلک، فقالت: ادع اللہ ان یجعلنی منھم۔ قال: انت من الاولین ولست من الاخرین۔ قال انس: فتزوجت عبادۃ بن الصامت فرکبت البحر مع بنت قرظۃ، فلما قفلت، رکبت دآبتھا فوقصت بھا فسقطت عنھا فماتت۔[1]

”حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر جلوہ افروز ہوئے تو ٹیک لگائی اور سو گئے پھر ہنسے تو انہوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے؟ فرمایا، میری امت کے کچھ افراد راہ خدا میں اس سبز سمندر پر سواری کر رہے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھتے ہیں۔

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب غزو المرأة، ۳:۱۰۵۵، رقم: ۲۷۲۲

عرض گزار ہوئیں: یارسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ تعالی مجھے ان میں شمار فرما لے۔ آپ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! اسے ان میں شامل فرما لے۔ آپ ﷺ پھر سو گئے اور پھر ہنسے اور پھر اسی طرح پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے پہلے کی طرح جواب دیا۔ انہوں نے التجا کی کہ اللہ تعالی سے دعا کیجئے، مجھے اس گروہ میں شامل فرما لے۔ فرمایا تمہارا شمار پہلے گروہ میں ہے نہ کہ دوسرے میں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے حضرت عبادہ بن صامت سے نکاح کر لیا پھر یہ (حضرت معاویہ کی بیوی) بنت قرظہ کے ہمراہ بحری سفر پر نکلیں جب واپس لوٹیں تو اپنے جانور پر سوار ہونے لگیں لیکن اس سے گر پڑیں اور جاں بحق ہو گئیں۔''

عن انس قال: لما كان يوم احد انهزم الناس عن النبی ﷺ قال: ولقد رأيت عائشة بنت ابی بكر و ام سليم و انهما لمشمرتان، اری خدم سوقهما، تنقزان القرب و قال غيره: تنقلان القرب علی متونهما، ثم تفرغانه فی أفواه القوم ثم ترجعان فتملآنها ثم تجيئان فتفرغانها فی افواه القوم۔[1]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب جنگ احد میں لوگ حضور نبی اکرم ﷺ سے دور ہو گئے تو میں نے حضرت عائشہ بنت ابو بکر اور حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ دونوں نے اپنے دامن سمیٹے ہوئے ہیں اور میں ان کے پیروں کی پازیب دیکھ رہا تھا دونوں اپنی پیٹھ پر پانی کی مشکیں لاتیں اور پیاسے مسلمانوں کو

پلاتی تھیں

پھر لوٹ جاتیں اور مشکیزے بھر کر لاتیں اور پیاسے مسلمانوں کو پلاتیں۔‘‘

----

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب غزو المرأة، ۳: ۱۰۵۵، رقم: ۲۷۲۴

قال ثعلبة بن ابی مالک: ان عمر ابن الخطاب قسم مروطا بین نساء من نساء المدینة فبقی مرط جید، فقال له بعض من عنده: یا أمیر المومنین اعط هذا ابنة رسول الله ﷺ التی عندک یریدون ام کلثوم بنت علی، فقال عمر: اُم سلیط احق و ام سلیط من نساء الانصار ممن بایع رسول الله ﷺ قال عمر: فانها کانت تزفر لنا القرب یوم احد۔[1]

’’ثعلبہ بن ابو مالک روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی مستورات میں کچھ چادریں تقسیم کی تھیں۔ ایک عمدہ چادر باقی بچ رہی۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا اے امیر المومنین! یہ رسول اللہ ﷺ کی اس صاحبزادی کو دے دیجئے جو آپ کے حرم میں ہے۔ ان کی مراد ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے تھی۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ ام سلیط زیادہ حقدار ہیں اور ام سلیط انصار کی ان عورتوں میں سے ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اور یہ اس لئے بھی زیادہ حقدار ہیں کہ جنگ احد میں ہمارے لئے مشک بھر بھر کر لاتی تھیں۔‘‘

عن انس قال کان رسول الله ﷺ یغزو بأم سلیم و نسوة معها من الانصار یسقین المآء ویدا وین الجرحی۔[2]

الغازیات، ۳: ۱۴۴۷، رقم: ۱۸۱۲

(۲) ۱۔ واقدی، المغازی، ۲: ۵۷۴

۲۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲: ۲۱۷

۳۔ بلاذری، انساب الاشراف، ۱: ۳۲۶

----

(۸) عورت کا حقِ اَمان دہی

عورت کے ریاستی کردار کا نمایاں اظہار اسے آپ ﷺ کی طرف سے عطا کردہ حق امان دہی سے بھی ہوتا ہے۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابو العاص بن الربیع کو امان دی جسے آپ ﷺ نے برقرار رکھا۔[1]

۲۔ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب نے اپنے دیوروں میں سے دو اشخاص کو امان دی اور رسول اکرم ﷺ نے ان کی امان کو بھی برقرار رکھتے ہوئے فرمایا:

قد أمّنا من أمّنت۔[2]

''(اے اُم ہانی!) جس کو تم نے امان دی اس کو ہم نے بھی امان دی۔''

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن المرأة تأخذ للقوم، یعنی تجیر علی المسلمین۔[3]

''عورت پوری قوم کے لئے امان دے سکتی ہے یعنی مسلمانوں کی طرف سے امان دے سکتی ہے۔''

۴۔ عورت کی امان کا صحیح ہونا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانہ میں ایک عام بات تھی۔

----

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۱: ۶۵۷

(۲) ا۔ ترمذی، السنن، کتاب السیر، باب ما جاء فی أمان العبد، ۴: ۱۴۱، رقم: ۱۵۷۹

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۴۱، رقم: ۲۶۹۳۶

(۳) ا۔ ترمذی، السنن، کتاب السیر، باب ما جاء فی أمان العبد، ۴: ۱۴۱، رقم: ۱۵۷۹

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۵

یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

إن كانت المرأة لتجير على المؤمنين فيجوز۔[1]

''اگر کوئی عورت (مسلمانوں کی مصلحت کے خلاف بھی) کسی کو امان دے دے تو جائز ہے۔''

(۹) مسلم معاشرے میں عورت کا کردار

یہ عورت کو اسلام کی عطا کردہ عزت اور تکریم ہی تھی جس سے وہ معاشرے کا ایک موثر اور باوقار حصہ بن گئی اور اس نے زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ سیاسی و انتظامی اور سفارتی کردار کے علاوہ تعلیم وفن کے میدان میں بھی عورتیں نمایاں مقام کی حامل تھیں۔ روایتِ حدیث، قرات و کتابت، شعر و ادب اور دیگر علوم وفنون میں بھی بے شمار خواتین مہارت اور سند کا درجہ رکھتی تھیں،[2] جن سے کچھ کا ذکر ذیل میں دیا گیا ہے:

نمبر شمار	نام	کردار شہرت
۱۔	أم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	روایتِ حدیث، فقہ و قانون، تاریخ، علم الانساب، شعر، طب، علم نجوم

۲۔	اسماء بنت ابی بکر	روایتِ حدیث
۳۔	اُم عبداللہ بن زبیر	روایتِ حدیث

.........................(۱).........................

ابو دائود، السنن، کتاب الجہاد، باب فی أمان المرأۃ، ۳:۸۴، رقم: ۲۷۶۴

(۲) ۱۔ طبری، تاریخ الامم و الملوک، ۴: ۲۶۰

۲۔ ابن عبد البر، الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ، ۴: ۳۳۵

۴۔	شفاء العدویہ	قرات و کتابت کی ماہر، ام المومنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کی (قبل از شادی) معلّمہ
۵۔	عائشہ بنت طلحہ	شعر و ادب، نجوم، علم الافلاک کی ماہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شاگرد و بھانجی
۶۔	سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما	شعر و ادب کی ماہرہ

۷۔	ولادہ بنت ستکفی الیادی	شعروادب کی ماہرہ
۸۔	علیہ بنت مہدی	شعروادب کی ماہرہ
۹۔	حمرہ بنت زیادت	شعروادب کی ماہرہ
۱۰۔	خنساء	شعروادب کی ماہرہ
۱۱۔	عائشہ الباعونیہ	شعروادب کی ماہرہ
۱۲۔	میمونہ بنت سعد	روایتِ حدیث (حضرت علیؓ نے ان سے روایت کی ہے)
۱۳۔	کریمہ مروزیہ	روایتِ حدیث، امام بخاری نے ان سے اخذِ حدیث کیا
۱۴۔	ام فضل کریمہ بنت عبد الوہاب	محدثہ، مؤرخ محمد بن ابی شامہ کی (علم حدیث میں) معلّمہ
۱۵۔	فاطمہ بنت عباس	عالمہ، فقیہہ، واعظہ، مصر و دمشق میں بڑا اثر تھا
۱۶۔	فاطمہ حرانیہ	محدثہ
۱۷۔	اخت مزنی	امام شافعی سے کسبِ علم کیا، مزنی نے ان سے مسائل زکوٰۃ بیان کیے
۱۸۔	نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب	عالمہ
۱۹۔	ہجیمہ بنت حیّ	تابعین میں سے ہیں، محدثہ، ترمذی و ابن ماجہ نے ان سے روایت کی

۵۔ زرقاء بنت عدی بن قیس ہمزانیہ	جنگی اور دفاعی مہمات میں شرکت
۶۔ عکرمہ بنت اطرش	جنگی اور دفاعی مہمات میں شرکت
۷۔ اُم سنان بنت خثیمہ بن خرشہ مذحجیہ	جنگی اور دفاعی مہمات میں شرکت
۸۔ ازرہ بنت حارث بن کلدہ	ایک لشکر کی قیادت اور اہل بیسان سے لڑائی
۹۔ ام عطیہ انصاریہ	رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت
۱۰۔ امیہ بنت قیس غفاریہ	غزوہ خیبر میں شرکت
۱۱۔ ام حکیم بنت حارث	روم کے خلاف معرکے میں شرکت
۱۲۔ ام ایمن حبشیہ	غزوہ احد، غزوہ خیبر و حنین، سریہ موتہ میں شرکت
۱۳۔ ام سلیم بنت ملحان	غزوہ خیبر و حنین میں شرکت
۱۴۔ ام حرام بنت ملحان	پہلی بحری مجاہدہ
۱۵۔ حمنہ بنت جحش	غزوہ احد میں شرکت
۱۶۔ اسماء بنت عمرو انصاریہ	حدیبیہ و غزوہ خیبر میں شرکت
۱۷۔ ربیع بنت معوذ انصاریہ	غزوہ بدر میں شرکت
۱۸۔ نسیبہ بنت کعب انصاریہ	غزوہ احد، غزوہ بنی قریظہ، حدیبیہ، غزوہ خیبر، غزوہ حنین و یمامہ میں شرکت
۱۹۔ ام سفیان اسلمیہ	غزوہ تبوک میں شرکت (۱)

حاصلِ کلام

مندرجہ بالا مباحث سے یہ اَمر اَلم نشرح ہو جاتا ہے کہ اِسلام نے دیگر اَفرادِ معاشرہ کی طرح خواتین کو بھی عزت، تکریم، وقار اور بنیادی حقوق کی ضمانت دیتے ہوئے ایک ایسی تہذیب کی بنیاد رکھی جہاں ہر فرد معاشرے کا ایک فعال حصہ ہوتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں خواتین اِسلام کے عطا کردہ حقوق کی برکات کے سبب سماجی، معاشرتی، سیاسی اور انتظامی میدانوں میں فعال کردار ادا کرتے ہوئے معاشرے کو اِرتقاء کی اَعلی منازل کی طرف گامزن کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ قومی اور بین الاقوامی زندگی میں خواتین کے کردار کا مندرجہ بالا تذکرہ اس کی عملی نظیر پیش کرتا ہے۔

۱۰۶۶ء)۔**السنن الصغیر**۔بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۱۱۔ **بیہقی**، ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔**السنن الکبریٰ**۔مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۱۲۔ **بیہقی**، ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔**شعب الایمان**۔بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۳۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/۸۲۵۔۸۹۲ء)۔**الجامع الصحیح**۔بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۱۴۔ **ابن جارود**، ابو محمد عبداللہ بن علی نیشاپوری (م ۳۰۷ھ)۔**المنتقیٰ**۔بیروت، لبنان: موسسۃ الکتاب الثقافیہ، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء۔

۱۵۔ **ابن جوزی**، ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبیداللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔**التحقیق فی الاحادیث الخلاف**۔بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۴ء۔

۱۶۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔**مناقب امیر المومنین عمر بن خطاب**۔بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۷۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔**المستدرک علی الصحیحین**۔بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۸۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ مکہ، سعودی عرب: دار الباز للنشر و التوزیع۔

۱۹۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔۹۶۵ء)۔ **الثقات**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء۔

۲۰۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔۹۶۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۲۱۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔۹۶۵ء)۔ **طبقات المحدثین بأصبھان**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۲۲۔ **ابن حزم** قرطبی۔ **حجۃ الوداع**۔ ریاض، سعودی عرب: بیت الافکار الدولیۃ للنشر والتوزیع، ۱۹۹۸ء۔

۲۳۔ **حسینی**، ابراہیم بن محمد (۱۰۵۴۔۱۱۲۰ھ)۔ **البیان و التعریف**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۱ھ۔

۲۴۔ **حمیدی**، ابو بکر عبد اللہ بن زبیر (م ۲۱۹ھ/۸۳۴ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ + قاہرہ، مصر: مکتبۃ المتنبی۔

۲۵۔ **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن اسحاق (۲۲۳۔۳۱۱ھ/۸۳۸۔۹۲۴ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۲۶۔ **خلال**، ابو بکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید (۲۳۴۔۳۱۱ھ)۔ **السنۃ**۔ ریاض، سعودی عرب: ۱۴۱۰ھ۔

۲۷۔ **ابو داؤد**، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر،

۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۲۸۔ **ابو داؤد**، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲۔ ۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **کتاب المراسیل** ۔بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۸ھ۔

۲۹۔ **ابو داؤد**، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲۔ ۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **کتاب المراسیل** ۔لاہور، پاکستان: مکتبۃ العلمیہ۔

۳۰۔ **دار قطنی**، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔ ۳۸۵ھ/ ۹۱۸۔۹۹۵ء)۔ **السنن** ۔بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

۳۱۔ **دارمی**، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱۔۲۵۵ھ/ ۷۹۷۔۸۶۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۳۲۔ **دیلمی**، ابو شجاع شیرویہ بن شہر دار بن شیرویہ بن فناخسرو ہمذانی (۴۴۵۔۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳۔۱۱۱۵ء)۔ **الفردوس بمأثور الخطاب** ۔بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۳۳۔ **ابن راہویہ**، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن عبد اللہ (۱۶۱۔۲۳۷ھ/ ۷۷۸۔۸۵۱ء)۔ **المسند** ۔مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۳۴۔ **رویانی**، ابو بکر محمد بن ہارون (م ۳۰۷ھ)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مؤسسہ قرطبہ، ۱۴۱۶ھ۔

۳۵۔ **زرقانی**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی (۱۰۵۵۔۱۱۲۲ھ/ ۱۶۴۵۔۱۷۱۰ء)۔ **شرح المواہب اللدنیہ**۔

بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۳۶۔ **زرقانی**، ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی (۱۰۵۵۔۱۱۲۲ھ/ ۱۶۴۵۔۱۷۱۰ء)۔ **شرح الموطا**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ۔

۳۷۔ **زیلعی**، ابومحمد عبداللہ بن یوسف حنفی (م ۷۶۲ھ)۔ **نصب الرایۃ لأحادیث الهدایہ**۔ مصر: دارالحدیث، ۱۳۵۷ھ۔

۳۸۔ **ابن سعد**، ابوعبداللہ محمد (۱۶۸۔۲۳۰ھ/ ۷۸۴۔۸۴۵ء)۔ **الطبقات الکبریٰ**۔ بیروت، لبنان: داربیروت للطباعۃ والنشر، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۳۹۔ **سیوطی**، جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ۔

۴۰۔ **سیوطی**، جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **شرح سنن ابن ماجه**۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ۔

۴۱۔ **سیوطی**، جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الدیباج**۔ الخبر، سعودی عرب: دارابن عفان، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۴۲۔ **شافعی**، ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان قرشی (۱۵۰۔۲۰۴ھ/ ۷۶۷۔۸۱۹ء)۔ **الاُمّ**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۳۹۳ھ۔

۴۳۔ **شافعی**، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان قرشی (۱۵۰۔۲۰۴ھ/ ۷۶۷۔۸۱۹ء)۔ **السنن الماثوره**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۶ھ۔

۴۴۔ **شافعی**، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی (۱۵۰۔۲۰۴ھ/۷۶۷۔۸۱۹ء)۔ **المسند**۔ بیروت لبنان: دار الکتب العلمیہ

۴۵۔ **شمس الحق**، ابوطیب محمد عظیم آبادی۔ **عون المعبود شرح سنن أبی داؤد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ۔

۴۶۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ **إرشاد الفحول**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۴۷۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ **فتح القدیر**۔ مصر: مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ، ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۴ء۔

۴۸۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ **نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۴۹۔ **شہاب**، ابوعبداللہ محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی بن حکمون بن ابراہیم بن محمد بن مسلم قضاعی (م ۴۵۴ھ/۱۰۶۲ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء۔

۵۰۔ **شیبانی**، ابوبکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد (۲۰۶۔۲۸۷ھ/۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ **الآحاد و المثانی**۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۵۱۔ **شیبانی**، ابوبکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد (۲۰۶۔۲۸۷ھ/۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ **الزہد**۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث، ۱۴۰۸ھ۔

۵۲۔ **شیبانی**، ابوعبداللہ محمد بن حسن (۱۲۳۔۱۸۹ھ)۔ **الحجہ**۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب، ۱۴۰۳ھ۔

۵۳۔ **شیبانی**، ابوعبداللہ محمد بن حسن (۱۳۲۔۱۸۹ھ)۔ **الحجہ**۔ لاہور، پاکستان: دار المعارف نعمانیہ۔

۵۴۔ **شیبانی**، ابوعبداللہ محمد بن حسن (۱۳۲۔۱۸۹ھ)۔ **المبسوط**۔ کراچی، پاکستان: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ۔

۵۵۔ **ابن ابی شیبہ**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/ ۷۷۶۔۸۴۹ء)۔ **المصنف**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۵۶۔ **طبرانی**، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **مسند الشامیین**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء۔

۵۷۔ **طبرانی**، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الاوسط**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

۵۸۔ **طبرانی**، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الصغیر**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء۔

۵۹۔ **طبرانی**، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الکبیر**۔ موصل، عراق: مطبعۃ الزہراء الحدیثہ۔

۶۰۔ **طبرانی**، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الکبیر**۔ قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ۔

۶۱۔ **طبری**، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ **تاریخ الامم والملوک**۔ بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۶۲۔ **طبری**، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ **جامع البیان فی تفسیر القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۶۳۔ **طیالسی**، ابو داؤد سلیمان بن داؤد جارود (۱۳۳۔۲۰۴ھ/۷۵۱۔۸۱۹ء)۔

المسند ۔بیروت،لبنان: دارالمعرفہ۔

۶۴۔ **ابن عبدالبر**،ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ **الاستیعاب فی معرفة الاصحاب** ۔بیروت،لبنان: دارالجیل، ۱۴۱۲ھ۔

۶۵۔ **ابن عبدالبر**،ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ **التمهيد** ۔مغرب (مراکش): وزات عموم الأوقاف والشؤون الإسلامیہ، ۱۳۸۷ھ۔

۶۶۔ **عبدالرزاق**، ابو بکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ/۷۴۴۔۸۲۶ء)۔ **المصنف** ۔بیروت،لبنان: المکتب الاسلامی،۱۴۰۳ھ۔

۶۷۔ عبد بن **حمید**،ابومحمد بن نصر کسی (م ۲۴۹ھ/۸۶۳ء)۔ **المسند** ۔قاہرہ،مصر: مکتبۃ السنہ،۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء۔

۶۸۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **الاصابہ فی تمییز الصحابہ** ۔بیروت، لبنان: دارالجیل،۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۶۹۔ **عسقلانی**،احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **تلخيص الحبير** .مدینہ منورہ،سعودی عرب: ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء۔

۷۰۔ **عسقلانی**،احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **تهذيب التهذيب** ۔بیروت،لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔

۷۱۔ **عسقلانی**،احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **الدرايه في تخريج احاديث الهدايه** ۔بیروت،

لبنان: دارالمعرفہ۔

۷۲۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **فتح الباری**۔ لاہور، پاکستان: دارنشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔

۷۳۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **ھدی الساری مقدمہ فتح الباری**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۳۷۹ھ۔

۷۴۔ **ابوعوانہ**، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰۔۳۱۶ھ/ ۸۴۵۔۹۲۸ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۷۵۔ **ابن قدامہ**، ابومحمد عبداللہ بن احمد مقدسی (م ۶۲۰ھ)۔ **المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل الشیبانی**۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۷۶۔ **ابن قدامہ**، ابومحمد عبداللہ بن احمد مقدسی (م ۶۲۰ھ)۔ **المقنع**۔ المطبعۃ السلفیہ۔

۷۷۔ **قرطبی**، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحیٰ بن مفرج اُموی (۲۸۴۔۳۸۰ھ/ ۸۹۷۔۹۹۰ء)۔ **الجامع لاحکام القرآن**۔ بیروت، لبنان: داراحیاء التراث العربی۔

۷۸۔ **کاسانی**، علاؤالدین ابوبکر (م ۵۸۷ھ)۔ **بدائع الصنائع**۔ بیروت، لبنان: دارالکتاب العربی، ۱۹۸۲ء۔

۷۹۔ **کاسانی**، علاؤالدین ابوبکر (م ۵۸۷ھ)۔ **بدائع الصنائع**۔ کراچی، پاکستان: ایچ ایم سعید کمپنی۔

علی کارخانہ اسلامی کتب۔

۸۹۔ **مزی**، ابوالحجاج یوسف بن زکی عبدالرحمٰن بن یوسف بن عبدالملک بن یوسف بن علی (۶۵۴۔۷۴۲ھ/۱۲۵۶۔۱۳۴۱ء)۔ **تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف**۔ ممبئی، بھارت: الدارالقیمہ + بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۹۰۔ **مزی**، ابوالحجاج یوسف بن زکی عبدالرحمٰن بن یوسف بن عبدالملک بن یوسف بن علی (۶۵۴۔۷۴۲ھ/۱۲۵۶۔۱۳۴۱ء)۔ **تہذیب الکمال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۹۱۔ **مقدسی**، ابوعبداللہ بن محمد بن مفلح (۷۱۷۔۷۶۲ھ)۔ **الفروع**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۸ھ۔

۹۲۔ **مقدسی**، محمد بن عبدالواحد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن منصور سعدی حنبلی (م۵۶۹۔۶۴۳ھ/۱۱۷۳۔۱۲۴۵ء)۔ **الاحادیث المختارہ**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ النہضۃ الحدیثہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۹۳۔ **مناوی**، عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین (۹۵۲۔۱۰۳۱ھ/۱۵۴۵۔۱۶۲۱ء)۔ **فیض القدیر شرح الجامع الصغیر**۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ۔

۹۴۔ **ابن مندہ**، ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن یحییٰ (۳۱۰۔۳۹۵ھ/۹۲۲۔۱۰۰۵ء)۔ **الایمان**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۶ھ۔

۹۵۔ **منذری**، ابومحمد عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱۔۶۵۶ھ/۱۱۸۵۔۱۲۵۸ء)۔ **الترغیب و الترهیب**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۹۶۔ **نسائی**، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (۲۱۵۔

۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/1995ء۔

۹۷۔ **نسائی**، ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن الکبریٰ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۹۸۔ **ابونعیم**، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔۴۳۰ھ/۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ **حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء**۔ بیروت، لبنان: دارالکتاب العربی، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۹۹۔ **ابونعیم**، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔۴۳۰ھ/۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ **مسند الامام ابی حنیفہ**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الکوثر، ۱۴۱۵ھ۔

۱۰۰۔ **ابونعیم**، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔۴۳۰ھ/۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ **المسند المستخرج علی صحیح مسلم**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء۔

۱۰۱۔ **نووی**، ابوزکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ **تہذیب الاسماء و اللغات**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ۔

۱۰۲۔ **نووی**، ابوزکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ **شرح صحیح مسلم**۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء۔

۱۰۳۔ **نووی**، ابوعبدالمعطی محمد بن عمر بن علی جاوی۔ **نہایۃ الزین**۔ بیروت، لبنان: دارالفکر۔

۱۰۴۔ واسطی، اسلم بن سہل (م ۲۹۲ھ)۔ **تاریخ واسط** ۔بیروت، لبنان:
عالم الکتب، ۱۴۰۶ھ۔

۱۰۵۔ **واقدی** محمد بن عمر بن واقد۔ **المغازی**۔ بیروت، لبنان: نشر دانش اسلامی،
۱۴۰۵ھ۔

۱۰۶۔ **ابن ہشام**، ابو محمد عبد الملک حمیری (م ۲۱۳ھ/ ۸۲۸ء)۔ **السیرۃ النبویہ** ۔
بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۱ھ۔

۱۰۷۔ **ابن ہمام**، کمال الدین بن محمد بن عبد الواحد (م ۶۸۱ھ)۔ **فتح
القدیر** ۔کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ رشیدیہ۔

۱۰۸۔ **ہندی**، علاء الدین علی متقی حسام الدین (م ۹۷۵ھ)۔ **کنز العمال** ۔
بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۱۰۹۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔ ۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔
۱۴۰۵ء)۔ **مجمع الزوائد** ۔قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث+ بیروت،
لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۱۱۰۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔ ۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔
۱۴۰۵ء)۔ **موارد الظمآن اِلیٰ زوائد ابن حبان** ۔بیروت، لبنان: دار
الکتب العلمیہ۔

۱۱۱۔ **ابو یعلیٰ**، احمد بن علی بن مثنیٰ بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔ ۳۰۷ھ/
۸۲۵۔ ۹۱۹ء)۔ **المسند** ۔دمشق، شام: دار المأمون للتراث،
۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

۱۱۲۔ **ابو یعلیٰ**، احمد بن علی بن مثنیٰ بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔ ۳۰۷ھ/
۸۲۵۔ ۹۱۹ء)۔ **المعجم**، فیصل آباد، پاکستان: ادارۃ العلوم والاثریہ،
۱۴۰۷ھ۔

Houghton Mifflin, 1992.

120. Milton C. Cummings and David Wise, *Democracy Under Pressure: An Introduction to the American Political System*, 7th ed. Fort Worth: Harcourt Brace, 1993.

121. Paton, G., *Textbook of Jurisprudence*, 4th ed. OUP, London, 1972, p-392.

122. Richard N. Current et al., *American History: A Survey*, 7th ed. New York: Knopf, 1987.

123. Roger Cotterrell, *The Sociology of Law*, 2nd ed. Butterworths, London, 1992.

124. *UN Report 1980 quoted in Contemporary Political Ideologies*: Roger Eatwell & Anthony Wright, Westview Press, San Francisco, 1993.

125. http://www.calvarychapel.com/library/Reference/Social/DivorceStatistics.htm, 15 March 2002, 0200 PST.

126. http://www.divorcemag.com/statistics/statsworld.shtml, 15 March 2002, 0200 PST.

127. http://www.divorcenter.org/faqs/stats.htm, 15 March 2002,0200 PST.

128. http://www.divorcereform.org/black.html, 15 march 2002,0200 PST.

129. http://www.ifas.org/fw/9607/statistics.html, 15 March 2002, 0200PST.

130. http://www.odh.state.oh.us/Data/whare/mar div/MGlance.htm, 15 March 2002, 0200 PST.

-----------اختتام-----------